یا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَاراً

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ

تربیت اولاد

بچوں کی پرورش اور تعلیم وتربیت کے موضوع پر نہایت اہم
اور ہر ماں باپ کے لیے قابل مطالعہ کتاب

افادات

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

ترتیب

محمد زید مظاہری ندوی

ناشر

ادارہ افادات اشرفیہ دوبگا ہردوئی روڈ لکھنؤ یوپی

تفصیلات

نام کتاب	تربیت اولاد
علوم وافادات	حکیم الامت حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانویؒ
انتخاب وترتیب	مفتی محمد زید صاحب مظاہری ندوی
صفحات	۱۲۸
بار پنجم	۱۴۳۶ھ
قیمت	
ویب سائٹ	www.alislahonline.com

ملنے کے پتے

(۱) مکتبہ تالیفات اشرفیہ تھانہ بھون ضلع مظفرنگر، یوپی

(۲) دیوبند وسہارنپور کے جملہ کتب خانے

(۳) فرید بک ڈپو، دہلی

اجمالی فہرست

باب(۱) بچوں کی پرورش سے متعلق احادیث نبویہ ۱۹
باب(۲) اولاد کی اہمیت اوراس کے فضائل ۲۲
باب(۳) جواولاد مرجائے اس کا مرجانا ہی بہتر تھا ۳۲
باب(۴) حصول اولاد کی اہم دعائیں اور عملیات ۴۲
باب(۵) پیدائش اوراس کے متعلقات ۴۵
باب(۶) عقیقہ کا بیان ۶۱
باب(۷) ختنہ کا بیان ۶۷
باب(۸) تربیت کا بیان ۷۷
باب(۹) تعلیم وتربیت کے طریقے ۸۲
باب(۱۰) تعلیم وتربیت کا دستورالعمل ۹۵
باب(۱۱) اولاد کے حقوق کا بیان ۱۰۳
باب(۱۲) سختی کرنے کی ضرورت اوراس کے طریقے ۱۱۴

فہرست مضامین تربیت اولاد

مضامین صفحات

دعائیہ کلمات حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب باندویؒ ۱۲
رائے عالی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ ۱۳
موضوع وار جدید انتخاب اکابر کی نظر میں ۱۴
عرض ناشر ۱۵
عرض مرتب ۱۷

باب(۱)

بچوں کی پرورش سے متعلق احادیث نبویہ ۱۹
بچوں کی پرورش میں مصیبتیں جھیلنے اور دودھ پلانے کی فضیلت ۱۹
لڑکیوں کی پرورش کرنے کی فضیلت ۲۰
حمل ساقط ہوجانے اور زچہ بچہ مرجانے کی فضیلت ۲۰

باب(۲)

اولاد کی اہمیت اوراس کے فضائل ۲۲
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے محبت ۲۳
اولاد کی محبت کیوں پیدا کی گئی ۲۳
اولاد کی تمنا ۲۴
اگر اولاد ذخیرہ آخرت ہو تو بہت بڑی نعمت ہے ۲۵
بعض اولاد وبال جان اور عذاب کا ذریعہ ہوتی ہے ۲۶
جن کی صرف لڑکیاں ہی لڑکیاں ہوں ان کی تسلی کے لیے ضروری مضمون ۲۷

حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ ۲۷
اولاد کے پس پشت مصیبتیں اور پریشانیاں ۲۸
اولاد کی وجہ سے ہزاروں فکریں اور جھمیلے ۳۰
جن کے اولاد نہ ہو ان کی تسلی کے لیے عجیب مضمون ۳۱

باب (۳)

جو اولاد مر جائے اس کا مر جانا ہی بہتر تھا ۳۲
چھوٹے بچوں کی موت ہو جانے کے فوائد و حکمتیں ۳۳
چھوٹی اولاد کے مر جانے کے فضائل ۳۴
ایک بزرگ کی حکایت ۳۶
ایک حدیث پاک کا مفہوم ۳۷
بڑی اولاد کے مر جانے کی فضیلت ۳۷
صبر و تسلی کا ایک اور مضمون ۳۹
حضرت ام سلیم کا واقعہ (صبر و تسلی) ۳۹

باب (۴)

حصول اولاد کی اہم دعائیں اور عملیات ۴۲
چند آسان اور مفید عملیات ۴۳
حفاظت حمل کے لیے ۴۳
ولادت کی آسانی کے لیے ۴۳
نظر سے حفاظت کے لیے ۴۳
بچوں کی ہر بلا اور شر سے حفاظت کے لیے ۴۴
عورت کا دودھ بڑھنے کے لیے ۴۴
بچہ کا دودھ چھڑانے کے لیے ۴۴

آسانی سے دانت نکلنے کے لیے ۴۴
سرکش نافرمان اولاد کے لیے ایک عمل ۴۴

باب (۵)

پیدائش اور اس کے متعلقات ۴۵
حالت حمل میں والدین کے لیے ضروری ہدایت ۴۵
حالت حمل میں بھی بچہ پر والدین کا اثر پڑتا ہے ایک حکایت ۴۵
پہلا لڑکا باپ کے گھر میں ہونے کو ضروری سمجھنا ۴۶
بچہ پیدا ہوتے وقت ستر اور پردہ پوشی کے ضروری احکام ۴۷
مسنون طریقہ ۴۸
تحنيك ۴۸
بچہ کے کان میں اذان و تکبیر کہنے کی حکمت ۴۸
پیدائش کے بعد بچہ سے متعلق ضروری ہدایات ۴۹
چھوٹے بچوں کو بالکل تنہا نہ چھوڑنا چاہیے ۵۰
زچہ (یعنی بچہ کی ماں) کو نجس اور اچھوت سمجھنا غلط ہے۔ ۵۰
شوہر کو زچہ کے قریب نہ آنے دینا ۵۰
زچہ کے غسل میں تاخیر اور نماز میں کوتاہی ۵۱
متعین اوقات میں زچہ کو تین مرتبہ نہلانے کی رسم ۵۱
غسل کے وقت عورتوں کا جمع ہونا ۵۲
غسل کے وقت دھوم دھام اور ناچ گانا ۵۲
غسل کے وقت ستر اور پردہ پوشی کی ضرورت ۵۲
اچھوانی اور سٹھورا وغیرہ تقسیم کرنے کو ضروری سمجھنا ۵۳

پیدائش کی خبر نائی کے ذریعہ پہنچانے کی رسم ۵۳
چند ضروری تنبیہات ۵۳
بچہ کی پیدائش کے موقع پر رسمی لین دین ۵۵
زبردستی کا اور عجیب قسم کا قرض ۵۷
پرورش سے متعلق ضروری ہدایات وآداب ۵۸

باب (۶)

عقیقہ کا بیان ۶۱
عقیقہ کی مشروعیت اور اس کی حکمت ۶۲
ساتویں روز سے پہلے عقیقہ نہ ہونے کی وجہ ۶۲
لڑکے میں دو بکرے اور لڑکی میں ایک بکرا ہونے کی حکمت ۶۳
بچہ کے سر کے بال کے برابر چاندی صدقہ کرنا ۶۴
عین ذبح کے وقت بچہ کے سر کے بال مونڈنا ضروری نہیں ۶۵
عقیقہ کے موقع پر بال مونڈتے وقت لین دین کی رسم ۶۵
سسرال والوں کی طرف سے جوڑے وغیرہ دینے کی رسم ۶۶

باب (۷)

ختنہ کا بیان ۶۷
ختنہ کا مسنون طریقہ ۶۷
ختنہ وغیرہ کی تقریب میں بچوں کے نام سے کچھ دیئے جانے کا مسئلہ ۶۷
ختنہ کے موقع پر لوگوں کو اہتمام سے بلانا ۶۸
ختنہ کی دعوت ۶۸
ختنہ میں اخفاء بہتر ہے یا اعلان واظہار ۶۹
ختنہ کی دعوت میں شرکت سے متعلق حضرت تھانویؒ کا دلچسپ واقعہ ۶۹

بالغ ہونے کے بعد ختنہ کرنا ۷۲
ضروری تنبیہ ۷۲
لڑکیوں کے ناک وکان چھدوانا ۷۳
کان ناک چھدوانے کا حکم ۷۴
چھوٹے بچوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کا حکم ۷۴
اولاد کے واسطے دعا ۷۴
اولاد کے نیک ہونے اور بری اولاد سے بچنے کے لیے اہم دعائیں ۷۵

باب (۸)

تربیت کا بیان ۷۷
اولاد کو نیک بنانے کی پہلی منزل ۷۷
ایک حکایت ۷۸
اولاد کو نیک بنانے کا دوسرا درجہ ۷۹
شروع عمر میں بچہ کی تربیت ونگرانی کی زیادہ ضرورت ہے ۷۹
ایک عقلمند تجربہ کار کا قول ۸۰
سب سے بڑے بچہ کی اصلاح وتربیت کی زیادہ ضرورت ہے ۸۰
اولاد کو نیک بنانے کا تیسرا درجہ ۸۱

باب (۹)

تعلیم وتربیت کے طریقے ۸۲
بچوں کی تعلیم وتربیت کے مدارج اور اس کے طریقے ۸۲
نماز وروزہ اور اچھی عادتیں سکھلانا عورتوں پر لازم ہے ۸۳
سات ہی برس میں نماز کی عادت ڈلوانا چاہیئے ۸۴

بچوں کو روزہ رکھوانے کے متعلق کوتاہی ۸۵
بہت چھوٹے بچوں کو روزہ رکھوانے میں ظلم و زیادتی ۸۶
عبرت ناک واقعہ ۸۶
مکتب یعنی بسم اللہ کی رسم کا بیان ۸۷
بچوں کو تعلیم کس عمر سے دلانا چاہئے ۸۸
بچوں کی تعلیم کا طریقہ ۸۸
بچوں کی تعلیم سے متعلق ضروری ہدایات ۸۹
ہندی انگریزی تعلیم سے پہلے بچہ کو قرآن اور دین کی تعلیم ۹۰
لڑکیوں کو علم دین سکھانے اور آخرت کی طرف متوجہ کرنے کی ضرورت ۹۰
گھر والوں کو دینی کتابیں سنانے کا معمول ۹۲
بچوں کی اصلاح و تربیت کا دستور العمل ۹۲
بچوں کو حرص لالچ سے بچانے کی تدبیر ۹۴

باب (۱۰)

تعلیم و تربیت کا دستور العمل ۹۵
بچوں کی تربیت کا طریقہ ۹۵
بچوں کی پرورش کرنے اور اچھی عادت سکھلانے و مہذب بنانے کا دستور العمل ۹۶
متفرق ضروری ہدایات ۱۰۱
چند ضروری اور اہم ہدایات ۱۰۲
بچوں کو ماں باپ کا نام و پتہ ضرور بتا دینا چاہئے ۱۰۲

باب (۱۱)

اولاد کے حقوق کا بیان ۱۰۳

اولاد کے ضروری حقوق کا خلاصہ ۱۰۴
حضرت عمرؓ کے دربار کا ایک واقعہ ۱۰۵
اولاد کے حقوق میں کوتاہی اور اس کا نتیجہ ۱۰۵
اولاد خبیث اور بدمعاش کیسے ہوجاتی ہے ۱۰۶
بچوں کے اخلاق اور عادتیں کیسے خراب ہوجاتی ہیں ۱۰۷
چوری کی عادت رفتہ رفتہ ہوتی ہے ۱۰۷
آج کل کی تعلیم و تربیت کے بُرے نتائج ۱۰۸
بدحالی کا تدارک اور اصلاح کا طریقہ ۱۰۹
اولاد کی اصلاح کے لیے صحبت صالح کی ضرورت ۱۱۰
شفقت کا مقتضی اور بیٹے کو نصیحت کرنے کا طریقہ ۱۱۰
اولاد کی پرورش کرنے اور نان ونفقہ دینے کا شرعی ضابطہ ۱۱۱
لڑکے اور لڑکی کی شادی کرنا باپ کے ذمہ واجب ہے، یا نہیں؟ ۱۱۲

باب (۱۲)

سختی کرنے کی ضرورت اور اس کے طریقے ۱۱۴
اصلاح و تربیت کے لیے سختی کرنے کی ضرورت ۱۱۴
ضرورت کے وقت سختی نہ کرنے کا نتیجہ ۱۱۴
سزا دینے کی مختلف صورتیں اور طریقے ۱۱۶
سختی کرنے کے حدود ۱۱۷
زیادہ سختی کرنے اور مارنے کے نقصانات ۱۱۷
سزا دینے کے غلط طریقے ۱۱۸
ماں باپ کی ظلم و زیادتی ۱۱۸

سزا میں کتنی مار مار سکتے ہیں ۱۱۹
غصہ میں ہرگز نہ مارنا چاہئے ۱۲۰
سزا دینے میں ظلم وزیادتی نہ ہونے پائے ۱۲۰
اگر بہت زیادہ غصہ آئے تو کیا کریں ۱۲۱
سزا دینے میں ظلم وزیادتی ہوگئی تو اس کی تلافی کا طریقہ ۱۲۱
نافرمان اولاد ۱۲۲
اولاد کی پرورش اور علاج ومعالجہ میں پریشانی سے بھی ترقی ہوتی ہے ۱۲۲
پریشانی کی وجہ اور اس کا حل ۱۲۳
اگر کسی طرح اولاد کی اصلاح نہ ہو اور عاجز ہو تو کیا کرے ۱۲۳
بچے اگر ناجائز کام کے لیے ضد کریں ۱۲۴
ایک عبرت ناک واقعہ ۱۲۵
اولاد کی زیادہ محبت عذاب ہے ۱۲۶
مردوں کی ذمہ داری ۱۲۷
بچوں کی شوخ مزاجی اور ایک حکایت ۱۲۷

دعائیہ کلمات

عارف باللہ حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحبؒ باندوی

بانی وناظم جامعہ عربیہ ہتورا باندہ

حضرت اقدس مولانا الشاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہ کو حکیم الامت اور مجدد الملت جو کہا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت کے علوم اور ان کی تعلیمات کا ذخیرہ حکمت اور تجدید کی باتوں سے معمور ہے اللہ پاک نے اس صدی میں حضرت سے دین کے جملہ ابواب میں تجدید کا نمایاں کام لیا ہے جس پر آپ کی گرانقدر تصنیفات، علمی مجالس، صدہا مواعظ شاہد ہیں۔ اللہ پاک نے حضرت کے دل پر جن چیزوں کا القاء فرمایا اور زبان سے جو باتیں کہلائیں وہ عوام وخواص سب کے لیے مشعل راہ ہیں۔

اصلاح معاشرہ کے سلسلہ میں حضرت تھانویؒ نے اپنی حیات میں جو کوشش فرمائی ہے عزیز موصوف نے ان سب کو چھ رسالوں میں جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ (۱) اسلامی شادی (۲) حقوق معاشرت (میاں بیوی کے حقوق، ساس بہو کے جھگڑے اور ان کا شرعی حل) (۳) پردہ عقل ونقل کی روشنی میں (۴) تربیت اولاد اور اس کے متعلقات (۵) اصلاح خواتین (۶) اسلامی تہذیب کے اصول وآداب۔ اصلاح معاشرہ کے یہ چھ رسالے حضرت تھانویؒ کے افادات کے اہم مرتب مجموعے ہیں...... اصلاح معاشرہ کی جدوجہد کرنے والوں کے لیے حضرتؒ کے یہ ارشادات ان شاء اللہ مشعل راہ کا کام کریں گے۔ خدا کی ذات سے امید ہے کہ عورتوں اور لڑکیوں کو گھروں اور مکاتب و مدارس میں ان کتابوں کے پڑھنے پڑھانے سے اچھے اثرات سامنے آئیں گے۔ دعا ہے کہ اللہ پاک اس سلسلہ کو قبول فرما کر سب کے لیے مفید بنائے۔ (آمین)

صدیق احمد

رائے عالی

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

فاضل عزیز مولوی محمد زید مظاہری ندوی مدرس جامعہ عربیہ ہتورا (بارک اللہ فی حیاتہ وفی افاداتہ) نے جو حضرت حکیم الامت کے افادات واشادات اور تحقیقات ونظریات کو مختلف عنوانوں اور موضوعات کے ماتحت اس طرح جمع کر رہے ہیں کہ حضرت کے علوم وافادات کا ایک دائرہ المعارف (انسائیکلوپیڈیا) تیار ہوتا جا رہا ہے۔

ان خصوصیات اور افادیت کی بنا پر عزیز گرامی قدر مولوی محمد زید مظاہری ندوی نہ صرف تھانوی اور دیوبندی حلقہ کی طرف سے بلکہ تمام سلیم الطبع اور صحیح الفکر حق شناسوں اور قدر دانوں کی طرف سے بھی شکریہ اور دعا کے مستحق ہیں۔

اور اسی کے ساتھ اور اس سے کچھ زیادہ ہی داعی الی اللہ اور عالم ربانی مولانا قاری سید صدیق احمد باندوی سرپرست جامعہ عربیہ ہتورا باندہ (یوپی) اس سے زیادہ شکریہ اور دعا کے مستحق ہیں جن کی سرپرستی اور نگرانی، ہمت افزائی اور قدر دانی کے سایہ میں ایسے مفید اور قابل قدر کام اور ان کے زیر اہتمام دانش گاہ اور تربیت گاہ میں انجام پا رہے ہیں۔ اطال اللہ بقاءہ وعمم نفعہ جزاہ اللہ خیرا۔

ابوالحسن علی ندوی
دائرہ شاہ علم اللہ حسنی
رائے بریلی
۱۷/ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ

موضوع وار جدید انتخاب اکابر کی نظر میں

مغز جوہر! ماشاء اللہ بہت خوب کام کیا ہے، حضرت کی تعلیمات شریعت کا مغز وجوہر ہیں۔ (مولانا مسیح اللہ خاں جلال آبادیؒ)

اہم اور نافع کام! اہم اور نافع کام کی توفیق منجانب اللہ آپ کو ملی ہے، بارک اللہ وتقبل اللہ طلبہ اور اہل علم کو یہ مضامین سنائے گئے۔ (مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی)

انمول موتی! حکیم الامت کے بیش بہا خزانہ سے انمول موتیوں کو بہترین ترتیب کے ساتھ جمع کیا ہے، جس سے ہر طبقہ بآسانی استفادہ کرسکتا ہے۔ (قاری سید صدیق احمد صاحب)

قابل قدر! بہت مفید سلسلہ ہے بہت سلیقہ سے انتخاب کیا ہے آپ کی محنت قابل قدر ہے۔

(مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری)

نعمت عظمیٰ! حکیم الامت نور اللہ مرقدہ کے علوم کا انتخاب اور اقتباس نہایت احسن طریقہ سے جمع کر کے امت مسلمہ کے لیے نعمت عظمی پیش کیا ہے۔ (مولانا حکیم اختر صاحبؒ کراچی)

علمی ذخیرہ! اس سلسلہ کی جو کتابیں سامنے آرہی ہیں ان میں حضرت تھانوی کے علمی فیوض وبرکات کا انمول ذخیرہ ہے اور اس سلسلہ کی اشاعت سے بڑا فیض پہنچے گا۔

(مولانا قاضی اطہر مبارک پوری)

چشمہ فیض! بکھرے ہوئے مامین کو موضوع وار عناوین کے تحت جمع کر دیا ہے اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس چشمہ فیض سے سیراب ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔

مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری

تحقیقی وعلمی کارنامہ! واقعہ یہ ہے کہ یہ اس قدر مفید بلکہ نہایت اہم تحقیقی وعلمی کارنامہ ہے جس کے لیے خداوندی راہنمائی کے بغیر آمادگی نہیں ہوسکتی۔

(مولانا برہان الدین صاحب سنبھلی)

عرض ناشر

اسلام مخصوص عقائد وعبادات کی طرح مخصوص معاشرت کی بھی تعلیم دیتا ہے، اسلام کی تعلیمات زندگی کے ہر گوشہ کو محیط ہیں، زندگی کے ہر باب کی تمام جزئیات سے اسلام نے بحث کی ہے۔ یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ آج اکثر مسلمان ناخواندہ یا مغربیت کے دل دادہ ہوگئے اور اسلام کی تعلیمات کا مطالعہ نہیں کرتے، تہذیب وتمدن اسلامی اصول نہیں سیکھتے، زندگی کے اسلامی آداب سے واقفیت نہیں حاصل کرتے، اور آنکھوں میں پٹی باندھ کر ہرنئی چیز، نئی تہذیب کی طرف گونگے بہرے بن کر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ جائز وناجائز کی ان کو کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ ان کو اسلام کی تصویر ہی ادھوری نظر آتی ہے۔ دیندار طبقہ میں ایسے بہت سے لوگ ہیں جو اسلامی عقائد وعبادات تک محدود رہ جاتے ہیں یا صرف ظاہری اخلاقیات کو اہمیت دیتے ہیں مگر معاشرت اور معاملات کے اسلامی اور شرعی حدود سے بالکل آزاد نظر آتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ زائد سے زائد اپنے قول سے اسلام کی تبلیغ کر لیتے ہیں۔ یا اپنی تحریر سے اسلام کی حقانیت وآفاقیت ثابت کر لیتے ہیں، لیکن ہماری معاشرت اسلام کی حقیقی تصویر کو بدنما بنا دیتی ہے۔

ماضی قریب میں حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ نے بگڑے ہوئے انسانوں کے افکار وعقائد میں دینی اور اصلاحی انقلاب

برپا کیا تھا ساری دنیا کو اسلام کے عقائد، عبادات، معاملات، اخلاقیات اور معاشرت کی روشنی دکھلائی تھی، اور وہ کروڑہا انسانوں کے لیے مشعل راہ ثابت ہوئے تھے، انہوں نے جو کچھ دین اسلام کی خدمت کی وہ ہزاروں کتابوں میں منتشر اور بکھری ہوئی ہیں، ان ہی علمی اصلاحی خزانوں کو موضوع وار مرتب کرنے کا سلسلہ برادر معظم مفتی محمد زید صاحب نے چند سال قبل شروع کیا تھا، اس سلسلہ کی ایک درجن کتابیں اس سے قبل طبع ہو چکی ہیں، اب معاشرت سے متعلق موضوعات پر مندرجہ ذیل مجموعے مرتب ہو کر منظر عام پر لائے جا رہے ہیں۔

(۱) اصلاح خواتین (۲) تربیت اولاد (۳) پردہ کے احکام (۴) اسلامی آداب زندگی (۵) اسلامی شادی (۶) حقوق معاشرت۔

قارئین سے درخواست ہے کہ ان کتابوں کو اور تمام اصلاحی کتابوں کو زیادہ سے زیادہ مسلمانوں میں عام کر کے معاشرہ کی اصلاح کا سامان مہیا کریں۔ **وما التوفیق الا باللہ۔**

فقط
اقبال احمد کانپوری
۱۷ر محرم ۱۴۱۴ھ

عرض مرتب

’’اولاد‘‘ کے سلسلہ میں اس وقت ساری دنیا پریشان نظر آتی ہے جو صاحب اولاد ہیں، وہ بھی پریشان ہیں اس وجہ سے کہ اولاد ناکارہ آوارہ بداخلاق اور نافرمان ہے۔ اور اولاد سے محروم مرد عورت کو دیکھو تو وہ بھی رنجیدہ اور پریشان نظر آتے ہیں کہ ان کے اولاد کیوں نہیں ہوتی، بچے ضائع ہوجاتے ہیں یا پھر اسی میں کڑھتے نظر آتے ہیں کہ لڑکیاں ہی لڑکیاں کیوں ہوتی ہیں، اور محض لڑکی ہونے کی وجہ سے بیچاری عورت پر طرح طرح کے ظلم ڈھائے جاتے ہیں، طلاق کی نوبت آتی ہے۔

غیروں کو جانے دیجئے لیکن ایک کلمہ گو انسان کو تو اس طرح کے شیطانی خیالات اور برائیوں سے احتراز کرنا چاہئے اس کو تو اللہ کی تقدیر اور شرعی احکام پر راضی اور قانع ہونا چاہئے، جس طرح اولاد کا ہونا نعمت ہے نہ ہونا بھی نعمت ہے۔ جس طرح لڑکا ہونے میں بڑی حکمتیں وفوائد ہیں اسی طرح لڑکیاں ہونے میں بھی بے شمار مصلحتیں ہیں، یہ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کس ماں باپ کے لیے لڑکا ہونا بہتر ہے اور کس کے لیے لڑکی ہونا مناسب ہے اس کی حکمتوں کی تہ تک کون پہنچ سکتا ہے۔ یَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَن يَّشَآءُ الذُّكُوْر۔ (الآیۃ)

ترجمہ: وہ جو چاہے پیدا کرتا ہے جس کو چاہے بیٹیاں عطا فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا فرماتا ہے، اور جس کو چاہے بے اولاد رکھتا ہے بندہ کا کام تو اللہ کے فیصلہ پر راضی رہنا ہے اس کو تو شرعی احکام کے سامنے سر جھکانے میں ہی سلامتی ہے۔

آج ماں باپ کو اولاد کے ناکارہ اور نافرمان ہونے کی تو شکایت رہتی ہے لیکن اولاد کی روحانی وجسمانی علمی وعملی تربیت میں ان کی طرف سے کیا کوتاہیاں ہوتی ہیں

اور ان کے حقوق سے کس طرح غفلت برتی جاتی ہے، اس کی طرف توجہ بھی نہیں ہوتی، بلکہ اکثر ماں باپ کو اس کا علم بھی نہیں ہوتا کہ اولاد کے حقوق ہم پر کیا کیا ہیں؟ اس کے نتیجہ میں اولاد ناکارہ اور وبال جان ہوتی ہے، جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پناہ مانگی ہے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ وَلَدٍ يَكُوْنُ عَلَیَّ وَبَالاً (اے اللہ میں ایسی اولاد سے پناہ مانگتا ہوں جو وبال جان ہو)۔

زیر نظر رسالہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے افادات کا مرتب مجموعہ ہے جس میں عقل ونقل اور تجربہ کی روشنی میں اولاد کے ہونے نہ ہونے، ہوکر مرجانے، اور حالت حمل میں، اور پیدائش سے لے کر زمانہ بلوغ تک روحانی وجسمانی تعلیم وتربیت کے اسلامی طریقے اور شرعی احکام بتلائے گئے ہیں، پیدائش کے بعد پیش آنے والے معاملات، عقیقہ، ختنہ وغیرہ امور تفصیل کے ساتھ ذکر کئے گئے ہیں۔ مرد عورت کے لیے ماں باپ بننے سے پہلے اور اس کے بعد اس کا مطالعہ اولاد کی صحیح رہنمائی کے لیے ان شاء اللہ مفید ہوگا۔ اس کے مطابق عمل کرنے سے اولاد نہ صرف دنیا میں آنکھوں کی ٹھنڈک ہوگی بلکہ ذخیرۂ آخرت بھی ثابت ہوگی، ان شاء اللہ۔

اللہ پاک زائد سے زائد مسلمانوں کو اس سے استفادہ کی توفیق نصیب فرمائے۔

محمد زید
۲۱/ ذی الحجہ ۱۴۱۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین. اما بعد!

باب(۱)

بچوں کی پرورش سے متعلق احادیث نبویہ

بچوں کی پرورش میں مصیبتیں جھیلنے اور دودھ پلانے کی فضیلت

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عورت اپنی حالت حمل سے لے کر بچہ جننے اور دودھ چھڑانے تک فضیلت وثواب میں ایسی ہے جیسے اسلام کی راہ میں سرحد کی نگہبانی کرنے والا (جس میں ہر وقت وہ مجاہدہ کے لیے تیار رہتا ہے) اور اگر (عورت) اس درمیان میں مرجائے تو اس کو شہید کے برابر ثواب ملتا ہے۔ (طبرانی عن ابن عمر، کسوۃ النساء، بہشتی زیور ۸/۴۶۶)

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب عورت بچہ کو دودھ پلاتی ہے تو ہر گھونٹ کے پلانے پر اس کو ایسا اجر ملتا ہے جیسے کسی جاندار کو زندگی دے دی پھر وہ جب دودھ چھڑاتی ہے تو فرشتہ اس کے کندھے پر (شاباشی سے) ہاتھ مارتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ پچھلے گناہ سب معاف ہوگئے، اب آگے جو گناہ کا کام ہوگا وہ آئندہ لکھا جائے گا، اور اس سے مراد گناہ صغیرہ ہیں۔ مگر گناہ صغیرہ کا معاف ہوجانا کیا تھوڑی بات ہے۔ (کسوۃ النساء، بہشتی زیور ۸/۴۶۷)

لڑکیوں کی پرورش کرنے کی فضیلت

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص کے تین لڑکیاں ہوں اور وہ ان کو علم وادب سکھلائے اور ان کی پرورش کرے اور ان پر مہربانی کرے اس کے لیے ضرور جنت واجب ہوجاتی ہے۔ (رواہ البخاری فی الادب)

فائدہ: چونکہ لڑکوں سے طبعی محبت ہوتی ہے اس لیے اس کا حق بیان کرنے میں شریعت نے زیادہ اہتمام نہیں فرمایا۔ اور لڑکیوں کو چونکہ حقیر سمجھتے تھے اس لیے ان کی تربیت کی فضیلت بیان فرمائی۔ (فروغ الایمان ص:۷۶)

حمل ساقط ہوجانے اور زچہ بچہ کے مرجانے کی فضیلت

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو عورت کنوار پن کی حالت میں یا حمل میں یا بچہ جننے کے وقت یا چلے کے دنوں میں مرجائے اس کو شہادت کا درجہ ملتا ہے۔ (بہشتی زیور ۸/۴۶۲)

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو حمل گر جائے وہ بھی اپنی ماں کو گھسیٹ کر جنت میں لے جائے گا، جب کہ ثواب سمجھ کر صبر کرے۔ (ایضاً)

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس عورت کے تین بچے مرجائیں اور وہ ثواب سمجھ کر صبر کرے تو جنت میں داخل ہوگی۔ ایک عورت بولی یا رسول اللہ جس کے دو ہی بچے مرے ہوں، آپ نے فرمایا دو کا بھی یہی ثواب ہے، ایک روایت میں ہے کہ ایک صحابی نے ایک بچے کے مرنے کو پوچھا آپ نے اس میں بھی بڑا ثواب بتلایا۔ (بہشتی زیور ۸/۴۶۲)

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے ارشاد فرمایا کیا تم اس بات پر راضی نہیں (یعنی راضی ہونا چاہئے) کہ جب تم میں کوئی اپنے شوہر سے حاملہ ہوتی ہے

اور وہ شوہر اس سے راضی ہو تو اس کو ایسا ثواب ملتا ہے جیسا کہ اللہ کی راہ میں روزہ رکھنے والے اور شب بیداری کرنے والے کو۔

اور جب اس کو دردزہ ہوتا ہے تو آسمان اور زمین کے رہنے والوں کو اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک یعنی راحت کا جو سامان مخفی رکھا گیا ہے اس کی خبر نہیں۔ پھر جب وہ بچہ جنتی ہے تو اس کے دودھ کا ایک گھونٹ بھی نہیں نکلتا، اور اس کی پستان سے ایک دفعہ بھی بچہ نہیں چوستا جس میں اس کو ہر گھونٹ اور ہر چوسنے پر ایک نیکی نہ ملتی ہو (یعنی ہر مرتبہ نیکی ملتی ہے) اور اگر بچہ کے سبب اس کو رات کو جاگنا پڑے اس کو راہ خدا میں ستر غلاموں کے آزاد کرنے کا اجر ملتا ہے۔ (کنز العمال، بہشتی زیور ۸/۴۶۴)

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اس کے ساتھ دو بچے تھے۔ ایک کو گود میں لے رکھا تھا دوسرے کی انگلی پکڑے ہوئے تھی، آپ نے دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ یہ عورتیں پہلے پیٹ میں بچے کو رکھتی ہیں، پھر جنتی ہیں، پھر ان کے ساتھ کس طرح محبت اور مہربانی کرتی ہیں، اگر ان کا برتاؤ شوہروں سے برا نہ ہوتا تو ان میں جو نماز کی پابند ہوتی ہیں سیدھے جنت میں چلی جایا کرتیں۔

(بہشتی زیور ۸/۴۶۴)

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو عورت بیوہ ہو جائے اور وہ خاندانی بھی ہے مالدار بھی ہے، لیکن اس نے اپنے بچوں کی خدمت اور پرورش میں لگ کر اپنا رنگ میلا کر دیا، یہاں تک کہ وہ بچے یا تو بڑے ہو کر الگ رہنے لگے، یا مر مرا گئے، تو ایسی عورت جنت میں مجھ سے ایسی نزدیک ہوگی جیسے کلمہ والی انگلی اور بیچ کی انگلی۔

فائدہ: اس سے مراد وہ عورت ہے جس کو نکاح کی خواہش قطعاً نہ ہو ورنہ بیوہ کو بھی نکاح کرنا ضروری ہے۔ (بہشتی زیور ص: ۴۶۳)

باب (۲)

اولاد کی اہمیت اور اس کے فضائل

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایسی عورت سے نکاح کرو جو محبت کرنے والی ہو، اور بچے جننے والی ہو، کیونکہ میں تمہاری زیادتی سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا کہ میری امت اتنی زیادہ ہے۔ (ابوداؤد و نسائی)

فائدہ: اولاد کا ہونا بھی کتنا بڑا فائدہ ہے زندگی میں بھی کہ وہ سب سے بڑھ کر اپنے خدمت گذار اور مددگار اور فرمانبردار اور خیر خواہ ہوتے ہیں، اور مرنے کے بعد اس کے لیے دعا (اور ایصال ثواب) بھی کرتے ہیں، اور اگر آگے نسل چلی تو اس کے دینی راستہ پر چلنے والے مدتوں تک رہتے ہیں (اور مرنے کے بعد بھی برابر اس کو ثواب ملتا رہتا ہے) اور قیامت میں بھی (بڑا فائدہ ہے) اسی طرح جو بچے بچپن میں مر گئے وہ اس کو بخشوائیں گے۔ اور جو بالغ ہو کر نیک ہوئے وہ بھی (اپنے والدین کے لیے) سفارش کریں گے۔

اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مسلمانوں کی تعداد بڑھتی ہے جس سے دنیا میں بھی قوت بڑھتی ہے اور قیامت میں ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو کر فخر فرمائیں گے۔ (حیوۃ المسلمین روح: ۲۰ ص: ۱۸۹)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے محبت

حق تعالیٰ نے اولاد کی محبت والدین کے دل میں پیدا کی ہے اور یہ ایسی محبت ہے کہ جو مقدس ذاتیں محض حق تعالیٰ ہی کی محبت کے لیے مخصوص ہیں، وہ بھی اس محبت سے خالی نہیں۔ چنانچہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرات حسنین سے ایسی محبت تھی کہ ایک بار آپ خطبہ پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں حضرات حسنین بچے سے لڑکھڑاتے ہوئے مسجد میں آ گئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا لڑکھڑانا دیکھ کر نہ رہا گیا۔ آپ نے درمیان خطبہ ہی ممبر سے اتر کر ان کو گود میں اٹھا لیا، اور پھر خطبہ جاری فرما دیا، اگر آج کوئی شیخ ایسا کرے تو جہلا اس کی حرکت کو خلاف وقار کہتے ہیں مگر وہ زبان سنبھالیں کیسا وقار لیے پھرتے ہیں۔ آج کل لوگوں نے تکبر کا نام وقار اور خودداری رکھ لیا ہے۔

اور وفات کے واقعات میں یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادہ حضرت ابراہیم کے وصال کے وقت رنج و غم کا اظہار فرمایا آپ کی آنکھوں سے آنسو بھی جاری تھے اور زبان سے یہ بھی فرمایا کہ اے ابراہیم ہم کو تمہاری جدائی کا واقعی صدمہ ہے۔

الغرض اولاد کی محبت سے ذوات قدسیہ بھی خالی نہیں۔ یہ تو حق تعالیٰ کی حکمت ہے کہ ہمارے اندر اولاد کی محبت پیدا کر دی اگر یہ داعی نہ ہوتا تو ہم ان کے حقوق ادا نہ کر سکتے۔ (الفیض الحسن ملحقہ حقوق الزوجین ص: ۱۴۰)

اولاد کی محبت کیوں پیدا کی گئی

بچے جو محض گو (پاخانہ) کا ڈھیرا اور موت (پیشاب) کی پوٹ ہیں ان کی پرورش بغیر قلبی داعیہ (اور جذبہ) کے ہو ہی نہیں سکتی، بچے تو ہر وقت اپنی خدمت کراتے

ہیں، خود خدمت کے لائق نہیں ان کی حرکتیں بھی مجنونانہ (پاگل پن کی سی ہوتی) ہیں، مگر حق تعالیٰ نے ایسی محبت پیدا کر دی ہے کہ ان کی مجنونانہ حرکت بھی بھلی معلوم ہوتی ہیں حتی کہ بعض دفعہ وہ خلاف تہذیب کام کرتے ہیں جس پر سزا دینا عقلاً ضروری ہوتا ہے مگر بچوں کے متعلق عقلمندوں میں اختلاف ہو جاتا ہے ایک کہتا ہے کہ سزا دی جائے دوسرا کہتا ہے کہ نہیں بچے ہیں، ان سے ایسی غلطی ہو ہی جاتی ہے معاف کر دینا چاہئے۔ غرض اپنے بچوں کو تو کیوں نہ چاہیں دوسرے کے بچوں کو دیکھ کر پیار آتا ہے اور ان کی حرکتیں اچھی معلوم ہوتی ہیں، اگر یہ محبت کا تقاضا اور داعیہ نہ ہو تو راتوں کو جاگنا اور گو (پاخانہ) موت (پیشاب) کرانا دشوار ہو جاتا، کسی غیر کے بچہ کی خدمت کر کے دیکھو تو حقیقت معلوم ہو جائے گی گو خدا کا خوف کر کے تم روزانہ اس کی خدمت کر دو مگر دل میں ناگواری ضروری ہوگی۔ غصہ بھی آئے گا، سوتیلی اولاد کی خدمت اس لیے گراں ہوتی ہے کہ اس کے دل میں ان کی محبت نہیں ہوتی، چونکہ اولاد کی خدمت بغیر محبت کے دشوار تھی اس لیے حق تعالیٰ نے اولاد کی محبت والدین کے دل میں ایسی پیدا کر دی کہ اب وہ اس کی خدمت کرنے پر مجبور ہیں۔ (الفیض الحسن ص: ۱۳۹)

اولاد کی تمنا

(لوگوں کو) اولاد کی تمنا اس لیے ہوتی ہے کہ نام باقی رہے گا (خاندان اور سلسلہ چلے گا) تو نام کی حقیقت سن لیجئے کہ ایک مجمع میں جا کر ذرا لوگوں سے پوچھئے تو بہت سے لوگوں کو پردادا کا نام معلوم نہ ہوگا۔ جب خود اولاد ہی کو اپنے پردادا کا نام معلوم نہیں تو دوسروں کو خاک معلوم ہوگا؟ تو بتلایئے (اولاد والوں کا بھی) نام کہاں رہا۔

صاحبو! نام تو خدا کی فرمانبرداری سے چلتا ہے خدا کی فرمانبرداری کرو، اس سے نام چلے گا، اولاد سے نام نہیں چلا کرتا بلکہ اولاد نالائق ہوئی تو الٹی بدنامی ہوتی ہے۔ اور نام چلا بھی تو نام چلنا ہی کیا چیز ہے جس کی تمنا کی جائے۔

یوں کسی کو طبعی طور پر اولاد کی بھی تمنا ہو تو میں اس کو برا نہیں کہتا کیونکہ اولاد کی محبت انسان میں طبعی (فطری) ہے۔ چنانچہ بعض لوگ جنت میں بھی اولاد کی تمنا کریں گے حالانکہ وہاں نام کا چلنا بھی مقصود نہ ہوگا، کیونکہ جنت کے رہنے والے کبھی ختم ہی نہ ہوں گے بلکہ وہاں اس تمنا کا منشاء (سبب) محض طبعی تقاضہ ہوگا تو میں اس سے منع نہیں کرتا۔

مقصود صرف یہ ہے کہ اس طبعی تقاضے کی وجہ سے عورت کی خطاء نکال لینا کہ تیرے اولاد نہیں ہوتی یا لڑکیاں ہی ہوتی ہیں بڑی غلطی ہے، اور اس قسم کے غیر اختیاری جرائم نکال کر ان سے خفا ہونا اور ان پر زیادتی کرنا ممنوع (ناجائز اور حرام) ہے اس میں ان بیچاروں کی کیا خطا جو ہوتا ہے اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

(حقوق البیت ص:۳۹)

یہ تو نہایت سخت غلطی ہے مثلاً بعض لوگ بیوی سے کہتے ہیں کہ کمبخت تیرے کبھی اولاد ہی نہیں ہوتی تو اس میں وہ بیچاری کیا کرے، اولاد کا ہونا کسی کے اختیار میں تھوڑی ہے۔ بعض دفعہ بادشاہوں کے اولاد نہیں ہوتی، حالانکہ وہ ہر قسم کی مقوی غذائیں اور (حمل والی) دوائیں بھی استعمال کرتے ہیں مگر پھر بھی خاک نہیں ہوتا۔ یہ تو محض اللہ تعالیٰ کے قبضہ و اختیار کی بات ہے اس میں عورتوں کا کیا قصور ہے۔

بعض مردوں کو ہم نے دیکھا ہے کہ وہ بیوی سے اس بات پر خفا ہوتے ہیں کہ کمبخت تیرے تو لڑکیاں ہی لڑکیاں ہوتی ہیں، سو اول تو اس میں اس کا کیا خطا ہے۔ بلکہ اطباء (ڈاکٹروں) سے پوچھو تو وہ شاید اس میں آپ ہی کا قصور بتلائیں۔ دوسرے یہ ناگواری کی بات بھی نہیں۔ (حقوق البیت ص:۳۵، ملحقہ حقوق الزوجین)

اگر اولاد ذخیرہ آخرت ہو تو بہت بڑی نعمت ہے

اگر اولاد دین میں مدد دے تو سبحان اللہ (اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے)

ایک بزرگ تھے وہ نکاح نہ کرتے تھے ایک مرتبہ سو رہے تھے کہ اچانک چونک پڑے اور کہنے لگے کہ جلدی کوئی لڑکی لاؤ (نکاح کرنا ہے) ایک مخلص مرید حاضر تھے ان کی ایک لڑکی کنواری تھی، لا کر فوراً حاضر کی، اسی وقت نکاح ہوا، اللہ تعالیٰ نے ایک بچہ دیا اور وہ مر گیا، بیوی سے کہا کہ جو میرا مطلب تھا پورا ہو گیا۔ اب تجھ کو اختیار ہے اگر تجھ کو دنیا کی خواہش ہے تو میں تجھ کو آزاد کردوں کسی سے نکاح کرلے، اور اگر اللہ کی یاد میں اپنی عمر ختم کرنا ہو تو یہاں رہو۔ چونکہ وہ بیوی ان کے پاس رہ چکی تھی اور صحبت کا اثر اس کے اندر آ گیا تھا، اس نے کہا کہ میں تو اب کہیں نہیں جاؤں گی چنانچہ دونوں میاں بیوی اللہ کی یاد میں رہے، ان کے بعض خاص لوگوں نے پوچھا کہ حضرت یہ کیا بات ہے (اتنی جلدی شادی کرنے کی وجہ کیا تھی حالانکہ پہلے آپ انکار فرماتے تھے؟) فرمایا کہ بات یہ تھی کہ میں سو رہا تھا میں نے دیکھا کہ میدان حشر قائم ہے اور پل صراط پر لوگ گذر رہے ہیں، ایک شخص کو دیکھا کہ اس سے چلا نہیں جاتا لڑکھڑاتا ہوا چل رہا ہے اسی وقت ایک بچہ آیا اور ہاتھ پکڑ کر آناً فاناً (یعنی فوراً) اس کو لے گیا، میں نے دریافت کیا کہ یہ کون ہے؟ ارشاد ہوا کہ یہ اس کا بچہ ہے جو بچپن میں مر گیا تھا۔ یہاں اس کا رہبر ہو گیا، اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی، مجھے خیال آیا کہ میں اس فضیلت سے محروم نہ رہوں شاید بچہ ہی میری نجات کا ذریعہ ہو جائے، اس لیے میں نے نکاح کیا تھا اور میرا مقصود حاصل ہو گیا۔ (الدنیا ملحقہ دنیا و آخرت ص:۹۸)

بعض اولاد وبال جان اور عذاب کا ذریعہ ہوتی ہے

یاد رکھو! جس طرح اولاد ہونا نعمت ہے اسی طرح نہ ہونا بھی نعمت ہے بلکہ جس کے نہ ہوئی ہو یا جس کے ہو کر مر گئی ہو اس کو اور بھی زیادہ شکر کرنا چاہئے۔

صاحبو! آج کل کی تو اولاد عموماً ایسی ہوتی ہے کہ وہ خدا سے غافل رہنے والی ہوتی ہے، پس جس کے نہ ہو وہ شکر کرے کہ اللہ تعالیٰ نے سب فکروں سے آزاد کیا ہے ان کو چاہئے کہ اطمینان سے اللہ تعالیٰ کو یاد کریں۔

بعض لوگوں کے لیے تو اولاد عذاب جان ہو جاتی ہے جیسے منافقین کے بارے میں حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

فَلَا تُعۡجِبُکَ اَمۡوَالُهُمۡ وَلَا اَوۡلَادُهُمۡ اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمۡ بِهَا فِیۡ الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا. (سورۂ توبہ پ: ۱۰)

یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو ان کے مال اور اولاد اچھے نہ معلوم ہوں اللہ تعالیٰ تو یہ چاہتے ہیں کہ ان مالوں اور اولادوں کی وجہ سے ان کو اس دنیا کی زندگی میں عذاب دیں۔

واقعی بعض لوگوں کے لیے تو اولاد وبال جان ہی ہو جاتی ہے، بچپن میں ان کے پیشاب پاخانہ میں نمازیں برباد کرتے ہیں، جب بڑے ہو جاتے ہیں ان کے لیے طرح طرح کی فکریں ہو جاتی ہیں کہ ان کے لیے جائداد ہو، روپیہ ہو، گھر ہو، خواہ دین رہے یا نہ رہے، لیکن جس طرح بن پڑے گا ان کے لیے دنیا سمیٹیں گے، اور ہر وقت اسی دھن میں رہیں گے۔ حلال وحرام میں بھی کچھ تمیز نہ کریں گے پس ایسی اولاد کا نہ ہونا ہی نعمت ہے جن لوگوں کے اولاد نہیں ان پر خدا کی بڑی نعمت ہے اگر اولاد ہوتی تو ان کی کیا حالت ہوتی واللہ اعلم۔ (الدنیا ص: ۱۰۰)

جن کے صرف لڑکیاں ہی لڑکیاں ہوں ان کی تسلی کے لیے ضروری مضمون

حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ

حضرات! آپ کو خوب یاد ہوگا کہ خضر علیہ السلام نے جس لڑکے کو قتل کر دیا تھا اس کے لیے اور اس کے والدین کے لیے (اس میں بڑی) مصلحت بھی تھی۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس لڑکے کے قتل ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کے والدین کو ایک لڑکی دی، جس کی اولاد میں انبیاء علیہم السلام پیدا ہوئے۔

تو بتلائیے اگر آپ کے لڑکا ہوتا اور وایسا ہی ہوتا جیسا وہ لڑکا تھا جسے حضرت خضر علیہ السلام نے مار ڈالا تھا تو آپ کیا کر لیتے۔ یہ خدا کی بڑی مصلحت ہے کہ اس نے آپ کو لڑکیاں دیں کیونکہ عموماً لڑکیاں خاندان کو بدنام نہیں کیا کرتیں اور والدین کی اطاعت بھی خوب کرتی ہیں۔ اور لڑکے تو آج کل ایسے آزاد ہوتے ہیں کہ خدا کی پناہ۔ ان کے ہونے سے تو نہ ہونا ہی بھلا تھا اب آج کل اگر حضرت خضر علیہ السلام ایسے لڑکوں کو نہیں مارتے، تو اللہ میاں تو ذبح کر سکتے ہیں۔ اور اللہ کا پیدا نہ کرنا (یا پیدا کر کے موت دے دینا) یہ بھی ایک گونہ ذبح ہی کے مثل ہے۔

اور جس کو اللہ تعالیٰ کچھ بھی اولاد نہ دیں نہ لڑکا نہ لڑکی، اس کے لیے یہی مصلحت ہے کیونکہ وہ بندوں کی مصلحتوں کو ان سے زیادہ جانتے ہیں دیکھئے آج ایک شخص بے فکری سے دین کے کام میں لگا ہوا ہے کیونکہ اس کے اولاد نہیں۔ اب اگر اس کے اولاد ہو جائے تو کیا خبر ہے اس وقت یہ بے فکری رہے یا نہ رہے، اولاد کے ساتھ ہزاروں فکریں لگی ہوئی ہیں۔ (حقوق البیت ص: ۳۶)

اولاد کے پس پشت مصیبتیں اور پریشانیاں

عورت کے لیے تو بچہ کا ہونا سخت مصیبت ہے لوگ کہا کرتے ہیں کہ عورت دوبارہ جنم لیتی ہے مگر مرد کے لیے بھی کچھ کم مصیبت نہیں کہ زچہ خانہ کی خبر گیری، گوند، سونٹھ، گھی وغیرہ کے لیے خرچ کی ضرورت ہوتی ہے، اور بچہ صاحب جو تشریف لائے ہیں وہ تو مانند پھول اور پان کے ہیں، (یعنی نہایت کمزور) ذرا سے میں کمہلا جاتے ہیں۔ سرد ہوا لگ گئی، تو اینٹھ گئے، اور گرم ہوا لگ گئی (یعنی لو لگ گئی) تو بھڑک اٹھے، کبھی رونا شروع ہوا، تو روئے ہی جاتے ہیں اور یہ پتہ نہیں چلتا کہ کیوں روتے ہیں بچہ حیوان بے زبان ہوتا ہے اپنا دکھ بیان نہیں کر سکتا، علاج بھی قرائن اور قیاس سے (یعنی اندازے سے) کیا جاتا ہے۔ کبھی یہ خیال ہوتا ہے کہ پیٹ میں درد ہے اس

واسطے روتا ہے، لہٰذا گھٹی دی جاتی ہے اور کبھی خیال ہوتا ہے کہ کان میں درد ہے اس کے واسطے تمباکو کی پیک کان میں ڈلوائی جاتی ہے، یہ تکلیفیں تو وہ ہیں جو معمولی سمجھی جاتی ہیں۔ ان کی تدبیریں عورتیں خود ہی کر لیتی ہیں۔

اور کبھی ایسی بیماریاں بچوں کو ہوتی ہیں جو گھر والوں کی سمجھ میں نہیں آتیں، اور بڑے بڑے قابل اور تجربہ کار حکیموں اور ڈاکٹروں کی تلاش کرنی پڑتی ہے، اور ذرا سے بالشت بھر کے آدمی کے لیے ہزاروں روپیہ خرچ کرنا پڑجاتا ہے، اس وقت تارے نظر آتے ہیں (دماغ چکراجاتا ہے) اور بے ساختہ آدمی کہہ اٹھتا ہے کہ پہلی اولاد ہوئی تو ہمیں مار دیا بھلے مانس کا کیا قصور ہے تو ہی نے تو اسے بلایا ہے۔

غرض کہیں ناک دکھ رہی ہے کہیں آنکھ دکھ رہی ہے ذرا سا جی اچھا ہوتا ہے تو اپنی جان میں بھی جان آجاتی ہے، اور جب اس کی طبیعت خراب ہوتی ہے تو اپنی زندگی بھی تلخ ہوجاتی ہے۔ بین الرجاء والخوف، (یعنی امید اور خوف کے درمیان کی زندگی) کا لطف آتا ہے، (اور درجات کی ترقی ہوتی ہے)۔ خیر خدا خدا کر کے لڑکا بڑا ہوا تو اب اس کی شادی ہوئی، پھر اس کے اولاد ہوئی اور سارا دھندا از سرنو شروع ہوا، جن تکلیفوں سے خدا خدا کر کے کچھ نجات پائی تھی اب پھر ان کا آغاز ہوا، اگر اس کے اولاد نہ ہوئی تو اس کا غم کہ اولاد کیوں نہیں ہوتی، اور اگر ہوئی تو وہ بھی سب ساز و سامان لائی، یعنی وہی گو (پاخانہ) موت (پیشاب) وہی بیماری، وہی خرچ، وہی بے چینی، وہی ہر وقت کا شغل۔ غرض سارے غم تازے ہوگئے، یہ عیش و آرام ہے دنیا کا اور دنیا کے یہ اشغال ایسے ہیں کہ جن سے کوئی بھی خالی نہیں۔ حتی کہ لوگوں کی طبیعتیں ان سے ایسی مانوس ہوگئی ہیں کہ اگر یہ نہ ہوں تو طبیعت گھبراتی ہے کہ کوئی شغل نہیں۔

(التبلیغ ۲۴/۴۰، وعظ الاسلام الحقیقی)

اولاد کی وجہ سے ہزاروں فکریں اور جھمیلے

اولاد کے ساتھ ہزاروں فکریں لگی ہوئی ہیں، آج کسی کے کان میں درد ہے کسی کے پیٹ میں درد ہے، کوئی گر پڑا ہے، کوئی گم ہوگیا ہے اور ماں باپ پریشان ہوتے ہیں، تو ممکن ہے کہ خدا نے اس کو اس لیے اولاد نہ دی ہو کہ وہ اس کو آزاد رکھنا چاہتے ہوں۔

میرے بھائی ایک کہانی سناتے تھے کہ ایک شخص نے صاحب عیال (بال بچہ والے) سے پوچھا کہ تمہارے گھر خیریت ہے؟ تو بڑا خفا ہوا کہ میاں خیریت تمہارے یہاں ہوگی، مجھے بددعا دیتے ہو؟ ہمارے یہاں خیریت کہاں ماشاء اللہ بیٹے، بیٹیاں ہیں، پھر ان کی اولاد ہے، سارا گھر بچوں سے بھرا ہوا ہے، آج کسی کے کان میں درد ہے، کسی کو دست آرہے ہیں، کسی کی آنکھ دکھ رہی ہے، کوئی کھیل کود میں چوٹ کھا کر رو رہا ہے، ایسے شخص کے یہاں خیریت ہوگی؟ خیریت تو اس کے یہاں ہوگی جو منحوس ہو جس کے گھر میں کوئی بال بچہ نہ ہو، ہمارے یہاں خیریت کیوں ہوتی۔

واقعی بچہ کے ساتھ خیریت کہاں بچپن میں ان کے ساتھ اس قسم کے رنج اور فکریں ہوتی ہیں، اور جب وہ سیانے ہوئے تو اگر صالح (نیک) ہوئے تو خیر اور آج کل اس کی بہت کمی ہے ورنہ پھر جیسا وہ ناک میں دم کرتے ہیں معلوم ہے۔ پھر ذرا اور بڑے ہوئے جوان ہوگئے تو ان کے نکاح کی فکر ہے۔ بڑی مصیبتوں سے نکاح بھی کر دیا۔ تو اب یہ غم ہے کہ اس کے اولاد نہیں ہوتی۔ اللہ اللہ کر کے تعویذوں گنڈوں اور دواؤں سے اولاد ہوئی تو بڑے میاں کی اتنی عمر ہوگئی، کہ پوتے بھی جوان ہوگئے، اب بچہ ان کو بات بات میں بیوقوف بناتا ہے۔ اور ان کی خدمت کرنے سے اکتاتا ہے اور بیٹے پوتے منھ پر (سامنے ہی) کوری کوری (کھری کھری) سناتے ہیں اور یہ بیچارے معذور ایک طرف پڑے ہیں، یہ اولاد کا پھل ہے، تو پھر خواہ مخواہ لوگ اس کی تمنائیں کرتے ہیں۔ (حقوق البیت ص:۳۷)

جن کے اولاد نہ ہوتی ہو ان کی تسلی کے لیے عجیب مضمون

میرے استاذ مولانا سید احمد صاحب دہلوی کے ماموں مولانا سید محبوب علی صاحب جعفری کے کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی، ایک دفعہ وہ غمگین بیٹھے تھے، میرے استاذ نے پوچھا۔ اور یہ ان کے لڑکپن کا زمانہ ہے کہ آپ غمگین کیوں ہیں؟ کہا مجھے اس کا رنج ہے کہ بڑھاپا آ گیا اور میرے اب تک اولاد نہیں ہوئی استاذ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا سبحان اللہ یہ خوشی کی بات ہے یا غم کی؟ انہوں نے کہا کہ یہ خوشی کی بات کیسے ہے؟ فرمایا یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے کہ آپ کے سلسلہ نسل (خاندان) میں آپ ہی اصل مقصود ہیں اور (آپ کے) تمام آباء واجداد مقصود بالغیر (یعنی ذریعہ ہیں) بخلاف اولاد والوں کے کہ وہ خود مقصود نہیں ہیں، بلکہ ان کو تو غم کے واسطے پیدا کیا گیا ہے۔

دیکھئے گیہوں دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک وہ جن کو کھانے کے لیے رکھا جاتا ہے، دوسرے وہ جو تخم (بیج) کے لیے رکھے جاتے ہیں، تو ان دونوں میں مقصود وہ ہے جو کھانے کے لیے رکھا جاتا ہے، کھیت بونے سے مقصود یہی گیہوں تھے، اور جس کو تخم (بیج) کے واسطے رکھتے ہیں وہ مقصود نہیں بلکہ وہ واسطہ ہیں مقصود کے۔

اسی طرح جس کے اولاد نہ ہو آدم علیہ السلام سے لے کر اس وقت تک ساری نسل میں مقصود وہی تھا اور سب (آباء واجداد) اس کے وسائل (ذرائع) تھے، اور جن کے اولاد ہوتی ہے وہ خود مقصود نہیں ہیں بلکہ تخم (بیج) کے لیے رکھے گئے ہیں، تو واقعی ہے تو یہ علمی مضمون، بے اولادوں کو اپنی حسرت اس مضمون کو سوچ کر ٹالنی چاہئے۔

اور اگر اس سے بھی حسرت نہ جائے، تو دنیا کی حالت دیکھ کر تسلی کر لیا کریں، کہ جن کے اولاد ہے وہ کس مصیبت میں گرفتار ہیں، اور اس سے بھی تسلی نہ ہو تو یہ سمجھ لیں کہ جو خدا کو منظور ہے وہی میرے واسطے خیر ہے۔ نہ معلوم اولاد ہوتی تو کیسی ہوتی، اور یہ بھی نہ کرسکیں تو کم از کم یہ تو سمجھیں کہ اولاد نہ ہونے میں بیوی کی کیا خطا ہے۔

(حقوق البیت ملحقہ حقوق الزوجین ص: ۳۸)

باب (۳)

جو اولاد مر جائے اس کا مر جانا ہی بہتر تھا

حضرت خضر اور موسیٰ علیہ السلام کا قصہ قرآن مجید میں مذکور ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے ایک بچہ کو قتل کر دیا تھا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ نے یہ کیا کیا، کہ ایک بے گناہ بچہ کو مار ڈالا، اور حضرت خضر علیہ السلام نے پہلے ہی موسیٰ علیہ السلام کو اپنے ساتھ رکھنے کی یہ شرط کر لی تھی کہ میرے کسی فعل پر اعتراض نہ کرنا، اس لیے انہوں نے فرمایا کہ میں نے تم سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ تم سے صبر نہ ہو سکے گا۔

اس کے بعد اس واقعہ کی یہ حکمت بیان فرمائی کہ اس لڑکے کے والدین مؤمن ہیں، اور یہ لڑکا بڑا ہو کر کافر ہوتا، اور اس کی محبت میں اس کے ماں باپ بھی کافر ہو جاتے۔ اس لیے ارادہ الٰہی یہ ہوا کہ اس کا پہلے ہی خاتمہ کر دیا جائے، اور اس کے بدلہ نیک اولاد ان کو ملے۔

اس قصہ سے معلوم ہوا کہ جو بچے بچپن میں مر جاتے ہیں ان کا مر جانا ہی بہتر ہوتا ہے۔ اسی واسطے جو دیندار ہیں ان کو اولاد کے مر جانے کا غم تو ہوتا ہے لیکن پریشان نہیں ہوتے، جو شخص خدا تعالیٰ کو حکیم سمجھے گا وہ کسی واقعہ سے پریشان نہ ہوگا، ہاں جس کی اس پر نظر نہیں اس پر اگر کوئی واقعہ ہوتا ہے مثلاً کوئی بچہ مر جاتا ہے تو اس کو بڑا اتار چڑھاؤ ہوتا ہے کہ اگر زندہ رہتا تو ایسا ہوتا، دل کے اندر سے شعلے اٹھتے ہیں، ارمان ہوتے ہیں، حسرتیں ہوتی ہیں کہ ہائے ایسی لیاقت کا تھا ایسا تھا ویسا تھا۔

صاحبو! تم کو کیا خبر کہ وہ کیسا تھا غنیمت سمجھو اسی میں مصلحت تھی ممکن ہے کہ بڑا ہو کر کافر ہوتا اور تم کو بھی کافر بنا دیتا۔ (الدنیا ملحقہ دنیا و آخرت ص: ۹۹)

چھوٹے بچوں کی موت ہو جانے کے فوائد اور اس کی حکمتیں

چھوٹے بچوں کی موت میں ایک بڑی حکمت ہے اگر وہ پیش نظر رہے تو چھوٹے بچوں کے مرنے پر غم کے ساتھ خوشی کا بھی ایک پہلو سامنے ہوگا۔

لوگوں کو اولاد کے بڑے ہونے کی خوشی محض اس لیے ہے کہ ان کا نفس یوں ہی چاہتا ہے ورنہ ان کو کیا خبر کہ بڑے ہو کر یہ کیسا ہوگا، والدین کی راحت کا ذریعہ ہوگا یا وبال جان ہوگا، اور پھر اگر وہ بڑا ہو کر مرے تو یہ خبر نہیں کہ وہ والدین کو آخرت میں کچھ نفع دے گا یا خود ہی سہارے کا محتاج ہوگا اور بچپن میں مرنے والے بچے بہت زیادہ کار آمد ہیں۔ ان میں یہ احتمال ہی نہیں کہ وہ آخرت میں نا معلوم کس حال میں ہوں گے کیونکہ غیر مکلّف (بچے) یقیناً مغفور لہ (بخشے بخشائے) ہیں اور وہ آخرت میں والدین کے بہت کام آئیں گا۔

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بچے جنت میں جانے سے پہلے آخرت میں بھی بچے ہی رہیں گے اور ان کی عادتیں بھی بچوں کی ہوں گی (یعنی) وہی ضد کرنا، اور اپنی بات پر اڑ جانا، پیچھے پڑ جانا، لیکن یہ حالت جنت میں داخل ہونے سے پہلے ہوگی، پھر جنت میں پہنچ کر باپ بیٹے سب برابر ایک قد کے ہو جائیں گے۔

حدیث میں آیا ہے کہ یہ بچے اڑ جائیں گے اور (اللہ تعالیٰ سے) کہیں گے کہ ہم جنت میں نہ جائیں گے جب تک ہمارے ماں باپ کو ہمارے حوالہ نہ کیا جائے، ہم تو ان کو اپنے ساتھ لے کر جنت میں جائیں گے، تو حق تعالیٰ فرمائیں گے **اَیُّھَا الطِّفُل الرّاغِم رَبَّہٗ اَدخِل اَبوَیکَ الجَنَّۃ** .... کہ اے ضدی بچے اپنے خدا سے ضد کرنے والے جا اپنے والدین کو بھی جنت میں لے جا، اس وقت یہ خوش خوش جنت میں اپنے ماں باپ کے ساتھ جائیں گے، تو یہ بے گناہ بچے اللہ میاں سے خود ہی بخشش کے لیے ضد کریں گے۔

اور اگر بچہ بڑا ہو کر مر جائے تو حضرت خضر کا واقعہ یاد کر کے دل کو یہ سمجھا لو کہ نہ معلوم اس میں کیا حکمت ہوگی۔ شاید اگر یہ اور زندہ رہتا تو دین کو بگاڑ لیتا یا دنیا میں وبال جان ہوتا۔

اس کے بعد احادیث میں مصائب و حوادث کی جو تفصیلی حکمتیں مذکور ہیں نیز ان پر ثواب بتلایا گیا ان کو پیش نظر رکھیں، ان شاء اللہ غم بہت کم ہو جائے گا۔

بس حاصل یہ ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ اولاد دیں اس کے لیے یہی اچھا ہے اور جس کو نہ دیں اس کے لیے یہی اچھا ہے، اگر کسی کے بالکل ہی اولاد نہ ہو وہ یہ سمجھے کہ میرے لیے اسی میں حکمت ہے۔ نہ معلوم اولاد ہوتی تو کن کن مصیبتوں کا سامنا ہوتا۔

اور جس کو اللہ تعالیٰ اولاد دے کر چھین لیں اس کے لیے اسی میں مصلحت ہے۔ **لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَ لِلّٰہِ مَا اَعْطٰی** کا یہی مطلب ہے جو حدیث میں مصیبتوں کی تسلی کے لیے آیا ہے اور یہی مطلب ہے **اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ**، کا۔ اور اس میں (مذکورہ تدبیر و) اعتقاد کو صبر کے پیدا کرنے میں بڑا دخل ہے۔ **اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ**، کے مضمون کو صبر حاصل کرنے میں بہت بڑا دخل ہے، یہی وہ مضمون ہے جس کی وجہ سے حضرت ام سلیم صحابیہ نے کامل صبر فرمایا اور اپنے شوہر کو بھی صابر بنایا۔

(الاجر النبیل ملحقہ فضائل صبر و شکر ص: ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷)

چھوٹی اولاد کے مر جانے کے فضائل

حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے تین بچے مر گئے ہوں وہ اس کے لیے جہنم کی آگ سے آڑ بن جائیں گے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ کسی کے دو بچے مرے ہوں؟ فرمایا وہ بھی۔ پھر کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! جس کا ایک ہی بچہ مرا ہو؟ فرمایا وہ بھی پھر کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! جس کا ایک بھی بچہ نہ مرا ہو تو آپ نے فرمایا:

أنا فرط لامتی ولن یصابوا بمثلی.

کہ میں تو اپنی امت کا آگے جا کر سامان کرنے والا ہوں اور میری موت جیسا حادثہ میری امت پر کوئی نہ آئے گا، اس لیے ان کے واسطے میری وفات کا صدمہ ہی مغفرت کے لیے کافی ہے۔ یعنی میں آگے جا کر اپنی امت کے لیے مغفرت کی کوشش وسفارش کروں گا۔

اس پر شاید کوئی یہ کہے کہ جیسے بے اولادوں کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کافی ہے، ایسے ہی اولاد والوں کے لیے بھی کافی تھی، پھر اولاد کی شفاعت کی ضرورت کیا تھی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہم کو زیادہ تسلی کے لیے اس کی ضرورت تھی، دو وجہ سے، ایک یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ادب وخوف کے ساتھ شفاعت فرمائیں گے۔ اور بچہ ضد کے ساتھ شفاعت کرے گا۔ یہ بچے جس طرح یہاں والدین (ماں باپ) سے ضد کرتے ہیں قیامت میں اللہ تعالیٰ سے بھی ضد اور ناز ونخرے کریں گے، چنانچہ احادیث میں آتا ہے کہ بچہ جنت کے دروازے پر جا کر کھڑا ہو جائے گا اس سے کہا جائے گا اندر جاؤ، کہے گا نہیں جاتے پوچھیں گے کیوں؟ کہے گا جب تک ہمارے ماں باپ ہمارے ساتھ نہ ہوں گے اس وقت تک ہم جنت میں نہیں جا سکتے۔ اس سے حق تعالیٰ فرمائیں گے **اَیُّھَا الطِّفْلُ الرّاغِمِ رَبَّہٗ اَدخِل اَبَوَیْکَ الجَنَّۃ**۔ اے اپنے پروردگار سے ضد کرنے والے بچے جا اپنے ماں باپ کو بھی جنت میں لے جا۔

دوسرے عقلاً (شفاعت کرنے والوں کی) تعداد بڑھنے سے زیادہ قوت (وتسلی) ہوتی ہے اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی ضرورت نہیں، آپ تنہا ہی کافی ہیں، مگر طبعاً (فطری طور پر) عدد بڑھنے سے تسلی زیادہ ہوتی ہے۔

(الجبر بالصبر فضائل صبر وشکر ص: ۳۳۱)

ایک بزرگ کی حکایت

ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ انہوں نے جوانی میں نکاح نہ کیا تھا اور بے نکاح رہنے کی ہی نیت کی تھی، ہر چند مریدوں نے عرض بھی کیا (کہ شادی کر لیجئے) مگر انہوں نے منظور نہیں کیا۔ ایک دفعہ دوپہر کو سو کر اٹھے تو اسی وقت تقاضا کیا کہ جلدی میرا نکاح کرو، مریدوں نے فوراً اس کی تکمیل کی، ایک مرید نے اپنی لڑکی سے نکاح کر دیا، آپ نکاح کے حقوق ادا کرتے رہے، یہاں تک کہ ایک لڑکا پیدا ہوا، اور کچھ دنوں کے بعد مر گیا تو آپ نے فرمایا الحمد للہ! مراد حاصل ہو گئی اور بیوی سے کہا کہ اب مجھے تیری ضرورت نہیں، میرا جو مقصود تھا، پورا ہو گیا، اب اگر تو نکاح کا لطف حاصل کرنا چاہے تو میں طلاق دے کر کسی جوان صالح سے نکاح کر دوں۔ اور اگر میرے پاس رہنا چاہے تو کھانے پینے کی تیرے واسطے کمی نہیں مگر حقوق نکاح کا مطالبہ نہ کرنا، وہ لڑکی بھی نیک تھی اس نے کہا کہ مجھے تو صرف آپ کی خدمت مقصود ہے اور کچھ مطلوب نہیں۔

خدام کو یہ بات سن کر حیرت ہوئی کہ پہلے تو اس تقاضے سے نکاح کیا تھا اور اب طلاق دینے کو آمادہ ہو گئے، خدام نے (ان بزرگ سے) اس کا سبب پوچھا فرمایا کہ میں نے نکاح کا تقاضا کسی نفسانی ضرورت کی وجہ سے نہیں کیا تھا، بلکہ اس کا منشاء (سبب) یہ تھا کہ میں نے خواب دیکھا تھا کہ میدان قیامت برپا ہے اور لوگ پل صراط سے گزر رہے ہیں، جو دوزخ کے اوپر بچھایا گیا ہے، پھر میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ پلصراط سے گزرتے ہوئے اس کے قدم ڈگمگائے، اور قریب تھا کہ جہنم میں جا گرے کہ اچانک ایک بچہ نے آ کر اس کو سنبھالا اور مضبوطی کے ساتھ اس کا ہاتھ پکڑ کر بجلی کی طرح پل صراط سے پار کر لے گیا، میں نے فرشتوں سے پوچھا کہ یہ بچہ کون تھا کہا کہ اسی شخص کا بیٹا تھا، بچپن میں انتقال کر گیا تھا آج اس کا سفارشی ہو گیا، خواب سے بیدار

ہوکر مجھے فکر ہوئی کہ میرے پاس آخرت کی اور جائیدادیں تو ہیں (یعنی عبادات، نماز، روزہ وغیرہ) مگر یہ جائیداد نہیں اس لیے میں نے چاہا کہ یہ جائیداد بھی پاس ہونا چاہئے۔ چنانچہ نکاح ہوا اور بچہ پیدا ہوکر مر گیا تو ان کا مقصود حاصل ہوگیا۔

(الاجر النبیل فضائل صبر وشکر ص:۶۳۴)

ایک حدیث پاک کا مفہوم

حدیث میں آتا ہے کہ جب کسی مسلمان کا بچہ مرتا ہے تو ملائکہ اس کی روح کو لے کر آسمان پر پہنچتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے ارشاد فرماتے ہیں کیا تم نے میرے بندہ کے بچہ کو لے لیا؟ وہ کہتے ہیں کہ اے اللہ ہاں، پھر فرماتے ہیں کیا تم نے میرے بندہ کے جگر گوشہ کو لے لیا؟ وہ کہتے ہیں کہ اے اللہ ہاں پھر فرماتے ہیں کہ میرے بندہ نے کیا کہا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ اس نے آپ کی حمد کی (یعنی آپ کا شکر ادا کیا) اور صبر کیا، اس پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ گواہ رہو، میں نے اپنے بندہ کو بخش دیا۔ اور اس کے لیے جنت میں ایک محل تیار کرو، اور اس کا نام ''بیت الحمد'' رکھو۔

یہ تو چھوٹوں کے مرنے پر وعدہ ہے جس سے ثابت ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ بچوں کے مرنے پر نعم البدل (یعنی اچھا بدلہ) عطا فرماتے ہیں یعنی مغفرت اور جنت کا محل۔

(الجبر بالصبر ملحقہ فضائل صبر وشکر ص:۳۳۳)

بڑی اولاد کے مرجانے کی فضیلت

اور بڑوں کے مرجانے پر بھی اسی طرح اجر وثواب کا وعدہ ہے حدیث میں ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں، **من اخذت صفۂ (ای حبیبه) لم یکن له ثواب الا الجنة او کما قال۔**

حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں جس شخص کے محبوب اور پیارے کو لے لوں جو

عام ہے خواہ وہ محبوب چھوٹا ہو یا بڑا (بھائی ہو یا بیوی) تو اس کا اجر جنت کے سوا کچھ نہیں، یعنی وہ جنت میں ضرور پہنچے گا۔ یہاں بھی نعم البدل (اچھے بدل) کا وعدہ ہے جنت سے بہتر نعم البدل اور کیا ہوگا۔

اسی مضمون کو ایک بدوی (دیہاتی) نے بہت خوبی کے ساتھ بیان فرمایا ہے جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اور حضرت عبداللہ بن عباس کو بہت صدمہ ہوا تو بدوی نے آکر اشعار میں ان کو تسلی دی، اشعار تو اہل عرب کی گھٹی میں ہیں، بچہ بچہ یہاں تک کہ عورتیں بھی عرب میں شاعرہ ہوئی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ مجھے اس بدوی (دیہاتی شخص) سے بہتر کسی نے تسلی نہیں دی چنانچہ کہتا ہے ؎

اِصبِرُ تَکُنُ بِکَ صابرین فَاِنَّمَا
صَبُرک رَّعُیَةِ بَعُدَ صبر الرَّاسِ

ترجمه: اے ابن عباس آپ صبر کیجئے، تاکہ ہم بھی آپ کی وجہ سے صابر بنیں۔

مطلب یہ ہے کہ آپ مقتداء ہیں، آپ کے افعال کی سب اتباع کرتے ہیں پس ایسے حوادث میں آپ صابر رہیں گے تو ہم بھی مصیبت کے وقت میں صابر رہا کریں گے۔ اگر آپ نے صبر نہ کیا تو عوام بھی صبر نہ کریں گے۔

سبحان اللہ! کیسے اچھے عنوان سے صبر کی ترغیب دی آگے کہتا ہے ؎

خَیُر من العبَّاسِ اجرک بعدهٗ
وَاللهِ خیرٌ مِّنک لِلُعَبَّاسِ

آپ کے لیے حضرت عباس کے زندہ رہنے سے وہ اجر بہتر ہے جو ان کے وصال پر آپ کو ملا، کیوں کہ حضرت عباسؓ اگر زندہ رہتے تو بہت سے بہت آپ کو ملتے، اور آپ کے لیے ثواب ان سے بہتر ہے، کیونکہ ثواب کی حقیقت ہے اللہ تعالیٰ

کی رضا مندی۔ تو یوں کہئے کہ حضرت عباسؓ کے وصال پر صبر کرنے سے خدا آپ کو ملا، اور یقیناً خدا تعالیٰ سب سے بہتر ہے۔ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے لیے خدا آپ سے بہتر ہے کیوں کہ وہ مرکر خدا کے پاس پہنچ گئے۔ اگر نہ مرتے تو دنیا میں رہتے جس میں رویت الٰہی (یعنی اللہ کا دیدار) نہیں ہوسکتا۔

(الجبر بالصبر، فضائل صبر وشکر ص: ٣٣٤)

صبر وتسلی کا ایک اور مضمون

مرنے والے کے متعلق یہ سوچے کہ اگر وہ اس وقت نہ مرتا بلکہ زیادہ دن تک بیمار رہ کر صاحب فراش بن کر (یعنی بستر پکڑ کر) مرتا تو شاید مبغوض ہوکر مرتا کہ شاید رشتہ دار بھی گھبرا جاتے، اور اس میں بھی اس کا نقصان تھا، کیونکہ تم اس کو اس حالت میں یاد نہ کرتے۔ اور ثواب بھی نہ پہنچاتے، کیونکہ ثواب اسی کو پہنچاتے ہیں جس کے مرنے کا صدمہ ہوتا ہے اور جس کے مرنے پر خوشی ہو کہ اچھا ہوا پاپ کٹا، اس کو بہت کم یاد کیا جاتا ہے۔

اسی طرح تمہارا بھی نفع اسی میں ہے کہ اپنا عزیز محبوب حالت میں مرے، (یعنی تمہاری نگاہ میں محبوب ہو) کیونکہ تم اس کو یاد کرتے ہو تو وہ بھی تمہارے واسطے دعا کرتا ہے، پس تم کو اس سے نفع پہنچتا ہے اور اس کو تم سے نفع پہنچتا ہے۔

(الجبر بالصبر ملحقہ فضائل صبر وشکر ص: ٣٣٥)

حضرت ام سلیم کا واقعہ اور صبر وتسلی کا مضمون

حضرت ام سُلیم کا قصہ حدیث میں اس طرح آیا ہے کہ ان کا ایک بچہ بیمار تھا، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ (ان کے شوہر) باہر سے آکر ان کا حال دریافت کیا کرتے تھے، ایک دن اس کا انتقال ہوگیا، اور شام کو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ آئے تو حضرت ام سلیم نے ان پر ظاہر نہیں کیا، کہ بچہ کا انتقال ہوگیا تا کہ سن کر پریشان نہ ہوں۔ اور پریشانی میں کھانا نہ کھاسکیں، بلکہ جب انہوں نے دریافت کیا کہ بچہ کیسا ہے؟ تو یہ جواب دیا کہ اب تو سکون ہے (اور واقعی موت سے بڑھ کر کیا سکون ہوگا) یہ سن کر انہوں نے کھانا کھایا اور رات کو بیوی کی طرف میلان بھی ہوا، بیوی نے بے انتہا صبر کیا کہ اس سے بھی انکار نہ کیا، جب صبح ہوئی تو کہا کہ میں تم سے ایک مسئلہ پوچھتی ہوں کہ اگر کسی نے ہم کو کوئی چیز بطور امانت کے دی ہو پھر بعد میں وہ امانت کو واپس لینا چاہے تو کیا کرنا چاہئے، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہی چاہئے کہ جب مالک اس کو واپس لینا چاہے تو بڑی خوشی کے ساتھ واپس کر دیا جائے۔ حضرت ام سلیمؓ نے کہا کہ تو پھر اپنے بچہ پر صبر کرو اور خوشی کے ساتھ اس کے دفن کرنے کا انتظام کرو، کیونکہ خدا نے اپنی امانت لے لی ہے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بڑے جھلائے (یعنی غصہ ہوئے) کہ تم نے رات ہی کو کیوں خبر نہ کی، کہا کیا ہوتا، رات کو دفن کرنے میں مصیبت ہوتی، اور رات بھر پریشان رہتے، کھانا بھی نہ کھاتے، اس لیے رات کو خبر نہ کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو ام سلیم کا عمل بہت پسند آیا اور میں امید کرتا ہوں کہ آج رات تم دونوں کو خدا نے مبارک اولاد عطا فرمائی ہے۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن طلحہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے جو بڑے عالم اور بڑے سخی صاحب اموال واولاد تھے۔

تو حضرت ام سلیم نے سچ فرمایا کہ یہ اولاد اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اس کو وہ جب لینا چاہیں خوش ہوکر خدا کے حوالہ کر دینا چاہئے۔

اس پر شاید یہ سوال ہوگا کہ یہ امانت ہے تو پھر اللہ نے اس کی اتنی محبت کیوں دی ہے (اگر محبت نہ ہوتی تو اتنا غم بھی نہ ہوتا) اس کا جواب یہ ہے کہ (اتنی محبت اس

وجہ سے دی ہے) تاکہ پرورش ہو سکے، کیونکہ بغیر محبت کے اس کے پیشاب پاخانہ (کو اٹھانا اور اس) کی پرورش کرنا مشکل ہے اسی لیے غیر کی اولاد پالنا بہت دشوار ہے، اور جب بچہ کی پرورش ہو چکتی ہے تو محبت میں بھی کمی ہونے لگتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے بیٹے کے ساتھ ویسی محبت نہیں ہوتی جیسی چھوٹے سے ہوتی ہے۔

غرض اولاد کو بھی خدا کی چیز سمجھو، کہ اس کی امانت چند روز ہمارے پاس ہے پھر اس کے فوت ہونے پر زیادہ افسوس نہ ہوگا کیونکہ پریشانی کی بنیاد تو یہی ہے کہ تم ان کو اپنی چیز سمجھتے ہو۔

(الاجر النبیل ملحقہ فضائل صبر و شکر ص: ۶۳۹، مطبوعہ ملتان)

باب (۴)

حصول اولاد کی اہم دعائیں اور عملیات

۱- رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَاَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ.

اے میرے رب مجھے اکیلا نہ چھوڑیئے اور تو سب سے اچھا وارث ہے۔ (مناجات مقبول)

جس کو اولاد سے مایوسی ہو، نماز کے بعد تین مرتبہ پڑھا کرے، انشاء اللہ صاحب اولاد ہو جائے گا۔ (اعمال قرآنی ص: ۲۶)

۲- رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَدُنْکَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَآءِ.

اے رب مجھے اپنی عنایت سے اچھی ذریت عطا فرما، بے شک تو ہی دعا کا سننے والا ہے۔

جس کو اولاد سے مایوسی ہو وہ اس آیت کو پڑھا کرے، خداوند کریم اس کی برکت سے فرزند صالح عطا فرمائے گا۔ (اعمال قرآنی ص: ۱۹)

۳- **البارى المصور:** کا بکثرت ذکر کرے، یعنی اٹھتے بیٹھتے پڑھنے سے صنائع عجیبہ (حق تعالیٰ کی عجیب قدرت) کا ایجاد آسان ہوگا۔

اگر بانجھ عورت (جس کے اولاد نہ ہوتی ہے) سات روز تک روزہ رکھے اور پانی سے افطار کرے اور افطار کے بعد ۲۱ مرتبہ پڑھے تو انشاء اللہ حمل قرار پائے گا۔

۴- اَوْ کَظُلُمَاتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ یَغْشَاهُ مَوْجٌ مِنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ اِذَا اَخْرَجَ یَدَهٗ لَمْ یَکَدْ یَرَاهَا وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ.

چالیس لونگوں پر سات بار اس آیت کو پڑھے اور حیض کے غسل سے فراغت کے بعد روزانہ ایک لونگ کھائے اور لونگ رات کو کھائے اور اس پر پانی نہ پئے اور ان دنوں میں اس کا شوہر اس سے صحبت کرتا رہے۔ (اعمال قرآنی ص: ۷۰)

چند آسان مفید عملیات

حفاظت حمل کے لیے:

یَا اَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ۔

حفاظت حمل کے لیے مفید ہے ہر نماز کے بعد تین مرتبہ پڑھا کرے۔

۲- اَللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ کُلُّ اُنْثٰی وَمَا تَغِیْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ وَکُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ.

اگر حمل گر جانے کا خوف ہو، یا حمل نہ ٹھہرتا ہو، تو یہ آیت لکھ کر عورت کے باندھے، انشاء اللہ حمل محفوظ رہے گا، اور اگر ٹھہرتا نہ ہو تو قرار پائے گا۔

ولادت میں آسانی کے لیے

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ، وَاَذِنَتْ لِرَبِّھَا وَحُقَّتْ، وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ، وَاَلْقَتْ مَا فِیْھَا وَتَخَلَّتْ.

ان آیتوں کو لکھ کر ولادت کی آسانی کے لیے بائیں ران میں باندھے انشاء اللہ بہت آسانی سے ولادت ہوگی۔ مگر ولادت کے بعد فوراً کھول دینا چاہیئے۔

نظر سے حفاظت کے لیے

وَاِنْ یَکَادُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَکَ بِاَبْصَارِھِمْ لَمَّا سَمِعُوْا الذِّکْرَ وَیَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ، وَمَا ھُوَ اِلَّا ذِکْرٌ لِلْعَالَمِیْن.

حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نظر بد کے لیے مفید ہے (اس کو لکھ کر

باندھ دیں، یا بچہ پر دم کریں)۔

بچوں کی ہر بلا اور شر سے حفاظت کے لیے

بسم اللہ الرحمن الرحیم اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَق بِسْمِ اللّٰهِ خیرا لاسماء، بِسْمِ اللّٰهِ رب الارض ورب السماء بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اِسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْم.

اس تعویذ سے بچے ہر بلا سے محفوظ رہیں گے، اس تعویذ کو لکھ کر موم جامہ کر کے بچوں کے گلے میں ڈال دیں اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے حفاظت میں رکھے گا۔

عورت کا دودھ بڑھنے کے لیے

(۱) سورۃ حجرات کو لکھ کر پلانے سے دودھ بڑھے گا، اور حمل محفوظ رہے گا۔

(۲) سورۃ الحجر (پ۱۴) جو شخص زعفران سے لکھ کر کسی عورت کو پلائے اس کا دودھ بڑھ جائے۔

بچہ کا دودھ چھڑانے کے لیے

جس کا دودھ چھڑانا ہو سورہ بروج کو لکھ کر اس کو باندھ دے بآسانی چھوڑ دے گا۔

آسانی سے دانت نکلنے کے لیے

جس بچہ کے دانت نہ نکلے ہوں سورۂ قٓ کی شروع کی آیتیں الخروج تک لکھ کر پلانے سے دانت آسانی سے نکلیں گے۔

سرکش نافرمان اولاد کے لیے ایک عمل

الشہید: خاصیت! اگر نافرمان اولاد یا بی بی کی پیشانی پکڑ کر اس کو پڑھے یا ہزار مرتبہ پڑھ کر دم کرے تو وہ فرمانبردار ہو جائیں گے۔

(ماخوذ از: اعمال قرآنی)

باب (۵)

پیدائش اور اس کے متعلقات

حالت حمل میں والدین کے لیے ضروری ہدایت

ایک تجربہ کی بات بتلاتا ہوں کہ اگر بچہ پیدا ہونے سے پہلے والدین اپنی حالت کو درست کرلیں تو بچہ نیک ہی پیدا ہوگا، بچہ کی پیدائش سے پہلے بھی جو افعال و احوال والدین پر گذرتے ہیں اس کا بھی اثر اس میں آتا ہے۔

چنانچہ ایک بزرگ کا بچہ بڑا شریر تھا کسی نے ان سے کہا کہ یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ آپ تو ایسے بزرگ اور آپ کا بچہ ایسا شریر؟ فرمایا کہ ایک دن میں نے ایک امیر (غیر محتاط مالدار) کے گھر کا کھانا کھالیا تھا، اس سے نفس میں ہیجان پیدا ہوا، اس وقت میں اس کی ماں کے پاس گیا اور حمل قرار پا گیا۔ تو یہ بچہ اس مشتبہ غذا کا ثمرہ ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حمل قرار پانے کے لیے وقت والدین کی جو حالت ہوتی ہے اچھی یا بری اس کا بھی اثر بچہ میں آتا ہے۔ (حقوق البیت ص:۵۵)

حالت حمل میں بچہ پر اس کے ماں باپ کا اثر پڑتا ہے

ایک حکایت

بعض کتابوں میں ایک حکایت لکھی ہے کہ دو میاں بیوی نے آپس میں یہ صلاح کی، آؤ ہم دونوں سب گناہوں سے توبہ کرلیں اور آئندہ کوئی گناہ نہ کریں۔

تاکہ بچہ نیک پیدا ہو، چنانچہ اس کا اہتمام کیا گیا، اسی حالت میں حمل قرار پایا، اور بچہ پیدا ہوا، تو وہ بہت صالح اور نیک پیدا ہوا۔

ایک روز اس بچہ نے کسی دکان پر سے ایک بیر چرایا (اور کھالیا) مرد نے بیوی سے کہا کہ سچ بتلا یہ اثر کہاں سے آیا۔ اس نے بیان کہ پڑوسی کے گھر میں جو بیری کا درخت کھڑا ہے اس کی ایک شاخ ہمارے گھر میں ہے اس میں ایک بیر لگا تھا میں نے وہ توڑ کر کھالیا، مرد نے کہا بس اس کا اثر آج ظاہر ہوا۔

پس اولاد نیک ہونے کے لیے پہلا درجہ تو یہ ہے کہ والدین خود نیک بنیں۔

(حقوق البیت ص:۵۶)

پہلا لڑکا باپ کے گھر میں ہونے کو ضروری سمجھنا

یہ ضروری سمجھا جاتا ہے کہ جہاں تک ہوسکے پہلا بچہ باپ ہی کے گھر میں ہونا چاہئے، جس سے بعض وقت بچہ پیدا ہونے کے قریب زمانہ میں بھیجنے کی پابندی میں یہ بھی تمیز نہیں رہتی کہ یہ سفر کے قابل ہے یا نہیں، جس سے بعض اوقات کوئی بیماری ہوجاتی ہے حمل کو نقصان پہنچ جاتا ہے، مزاج میں ایسا تغیر اور تکان ہوجاتا ہے کہ اس کو اور بچہ کو ایک مدت تک بھگتنا پڑتا ہے بلکہ تجربہ کار لوگ کہتے ہیں کہ اکثر بیماریاں بچوں کو زمانہ حمل کی بے احتیاطیوں سے ہوتی ہیں، غرضیکہ دو جانوں کا نقصان اس میں پیش آتا ہے، پھر یہ کہ ایک غیر ضروری بات کی اس قدر پابندی کہ کسی طرح ٹلنے ہی نہ پائے، اپنی طرف سے ایک نئی شریعت بنانا ہے، خصوصاً جب کہ اس کے ساتھ یہ بھی عقیدہ ہو کہ اس کے خلاف کرنے سے کوئی نحوست ہوگی یا ہماری بدنامی ہوگی، نحوست کا اعتقاد تو شرک کا شعبہ ہے اور بدنامی کا اندیشہ یہ تکبر کا شعبہ ہے جس کا حرام ہونا قرآن وحدیث دونوں میں منصوص ہے۔ اور اکثر خرابیاں اور پریشانیاں اسی ننگ وناموس کی بدولت گلے کا طوق بن گئی ہیں۔ (اصلاح الرسوم ص:۳۷، بہشتی زیور ۶/۷)

بچہ پیدا ہوتے وقت ستر اور پردہ پوشی کے ضروری احکام

دائی جنائی (یعنی بچہ پیدا ہوتے وقت دائی کے سامنے بدن کھولنے) کا حکم یہ ہے کہ ضرورت کے وقت اس کے سامنے بدن کھولنا درست ہے لیکن جتنی ضرورت ہے اس سے زیادہ کھولنا درست نہیں، بچہ پیدا ہونے کے وقت یا کوئی دواء لیتے وقت فقط اتنا ہی بدن کھولنا چاہیے، بالکل ننگی ہو جانا جائز نہیں۔

اس کی آسان صورت یہ ہے کہ کوئی چادر وغیرہ بندھوادی جائے، اور ضرورت کے موافق دائی کے سامنے بدن کھول دیا جائے، رانیں وغیرہ نہ کھلنے پائیں، اور دائی کے علاوہ کسی اور کو بدن دیکھنا درست نہیں۔ بالکل ننگا کر دینا اور ساری عورتوں کا سامنے بیٹھ کر دیکھنا حرام ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ستر دیکھنے والی اور دکھلانے والی دونوں پر خدا کی لعنت ہو، اس قسم کے مسئلوں کا بہت خیال رکھنا چاہیے۔

اگر دائی سے پیٹ ملوانا ہو تو ناف سے نیچے بدن کا کھولنا درست نہیں، دوپٹہ وغیرہ ڈال لینا چاہیے، بلاضرورت دائی کو دکھانا بھی جائز نہیں اور یہ جو دستور ہے کہ پیٹ ملتے وقت دائی بھی دیکھتی ہے اور دوسری گھر والی ماں بہن وغیرہ بھی دیکھتی ہیں یہ جائز نہیں۔

کافر عورتیں جیسے بھنگن، چمارن وغیرہ ان کا حکم یہ ہے کہ جتنا پردہ نامحرم مرد سے ہے اتنا ہی ان عورتوں سے بھی واجب ہے سوائے منھ اور گٹے تک ہاتھ اور ٹخنے تک پیر کے۔ اور کسی ایک بال کا کھولنا بھی درست نہیں، سر اور پورا ہاتھ اور پنڈلی ان کے سامنے مت کھولو۔

اور اس سے یہ بھی سمجھ لو کہ اگر دائی جنائی (نرس) ہندو یا میم ہو تو بچہ پیدا ہونے کا مقام تو اس کو دکھلانا درست ہے اور سر وغیرہ اور اعضاء اس کے سامنے کھولنا درست نہیں۔ (بہشتی زیور ۳/۴۹، ۹/۱۱۱)

مسنون طریقہ

بچہ پیدا ہونے کے وقت یہ باتیں مسنون ہیں۔

۱- اس کو نہلا دھلا کر اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہی جائے۔

۲- اور کسی دیندار بزرگ سے تھوڑا چھوارہ چبوا کر اس کے تالو میں لگا دیا جائے، اس کے سوا باقی رسمیں اور اذان دینے کی مٹھائی وغیرہ پابندی کے ساتھ یہ سب فضول اور عقل کے خلاف اور مکروہ ہیں۔ (اصلاح الرسوم ص: ۴۲، بہشتی زیور ۶/۱۲)

تحنیک

فرمایا حضرت مولانا گنگوہیؒ نے کسی نے دریافت کیا کہ تحنیک (یعنی جب بچہ پیدا ہو بچہ کے منھ میں کوئی چیز چبا کر ڈالنے) کا کیا حکم ہے؟

فرمایا کوئی دیندار عالم متبع سنت ہو تو مسنون ہے ورنہ بدعتی کا تھوک چٹانے سے کیا فائدہ۔ (الکلام الحسن ص: ۱۱۷)

بچہ کے کان میں اذان و تکبیر کہنے کی حکمت

بعض اہل لطائف نے لکھا ہے کہ مولود (پیدا ہونے والے بچہ) کے کان میں جو اذان کہی جاتی ہے اس میں ایک نکتہ ہے اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس کو سنا رہے ہیں کہ اذان و تکبیر ہو گئی ہے اب جنازہ کی نماز کے منتظر رہو۔

اور یہ بھی حکمت ہے کہ اذان و تکبیر میں اللہ کا نام ہے تو شروع ہی سے اس کے کان میں اللہ کا نام اس لیے لیا جاتا ہے کہ ایمان کی استعداد قوی ہو جائے، اور شیطان اس سے دور ہو جائے۔

اور دونوں حکمتوں میں گویا اشارہ ہے اس طرف کہ دنیا میں غافل ہو کر نہ رہنا۔

(وعظ الباقی ملحقہ دنیا و آخرت ص: ۳۰۲)

پیدائش کے بعد بچہ سے متعلق ضروری ہدایات

۱- دستور ہے کہ مٹی بیسن سے بچہ کو غسل دیتے ہیں اس کے بجائے اگر نمک کے پانی سے غسل دیں اور تھوڑی دیر بعد خالص پانی سے نہلائیں تو بہت سی بیماریوں سے جیسے پھوڑا پھنسی وغیرہ سب سے حفاظت رہتی ہے، لیکن نمک کا پانی ناک یا کان یا منہ میں نہ جانے پائے۔ اگر بچہ کے بدن پر میل زیادہ معلوم ہو تو کئی روز تک نمک کے پانی سے غسل دیں، اور اگر میل نہ بھی ہو تو بھی چلہ بھر تک تیسرے چوتھے دن خالص پانی سے غسل دے دیا کریں، اور غسل کے بعد تیل مل دیا کریں، (سرد موسم میں احتیاط رکھیں)۔

۲- اگر بچہ کی چار پانچ مہینہ تک تیل کی مالش رکھیں تو بہت مفید ہے۔

۳- بچہ کو ایسی جگہ رکھیں جہاں بہت روشنی نہ ہو زیادہ روشنی سے اس کی نگاہ کمزور ہو جاتی ہے۔

۴- بچہ کو زیادہ دیر تک ایک کروٹ پر لیٹے ہوئے کسی چیز پر نگاہ نہ جمانے دیں، اس سے بھینگا پن ہو جاتا ہے، کروٹ بدلتے رہیں۔

۵- بچہ کو خراب دودھ نہ پلائیں اس کی پہچان یہ ہے کہ ایک بوند دودھ ناخن پر ڈال کر دیکھیں اگر فوراً بہہ جائے یا بہت دیر تک نہ بہے تو خراب ہے، اور اگر ذرا سا بہہ کر رہ جائے تو عمدہ ہے۔

اور جس دودھ پر مکھی نہ بیٹھے وہ برا ہے۔

۶- بچہ کو دودھ دینے سے پہلے کوئی میٹھی چیز جیسے شہد یا کھجور چبائی ہوئی وغیرہ انگلی پر لگا کر اس کے تالو میں لگائیں۔

اگر دودھ چھاتیوں میں جم جائے اور تکلیف ہو اور چھاتیوں میں کھجاؤ معلوم ہونے لگے تو فوراً علاج کرائیں۔ (بہشتی زیور ۹/۵۸-۵۹)

چھوٹے بچوں کو بالکل تنہا نہ چھوڑنا چاہئے

ایک جگہ ایک عورت اپنا بچہ چھوڑ کر کہیں کام کو چلی گئی، پیچھے ایک بلی نے آ کر اس قدر نوچا کہ اسی میں جان گئی، اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک تو یہ کہ بچہ کو کبھی تنہا نہ چھوڑنا چاہئے۔

دوسرے یہ کہ بلی کتے جانور کا کچھ اعتبار نہیں بعض عورتیں بیوقوفی کرتی ہیں کہ بلیوں کو ساتھ سلاتی ہیں، بھلا اس کا کیا اعتبار اگر کسی وقت کہیں دھوکہ میں پنجہ، دانت مار دے یا نرخرہ پکڑ لے تو کیا کر لوگی۔ (بہشتی زیور ص:۱۰)

زچہ (بچہ کی ماں کو) نجس اور اچھوت سمجھنا غلط ہے

زچہ (یعنی جس عورت کے بچہ پیدا ہوا ہے اس) کو بالکل نجس اور اچھوت سمجھنا اس سے الگ بیٹھنا، اس کا جھوٹا کھا لینا تو کیا معنی جس برتن کو وہ چھو لے اس میں دھوئے مانجے بغیر پانی نہ پینا، غرضیکہ بالکل بھنگن کی طرح سمجھنا یہ بھی محض لغو اور بیہودہ ہے۔ (بہشتی زیور ۶/۱۱)

شوہر کو زچہ (عورت) کے قریب نہ آنے دینا

یہ بھی ایک دستور ہے کہ پاک ہونے تک کم از کم پہلا نہان ہونے تک زچہ کے شوہر کو اس کے پاس آنے نہیں دیتیں، بلکہ اس کو عیب اور نہایت برا سمجھتی ہیں، اس رسم کی وجہ سے بعض وقت بہت دقت اور حرج ہوتا ہے کہ کیسی ہی ضرورت ہو کیا مجال ہے جو وہاں تک شوہر کی رسائی ہو جائے۔ یہ کون سی عقل کی بات ہے کبھی کوئی ضروری بات کہنے کی ہوئی، اور کسی اور سے کہنے کے قابل نہ ہوئی یا کچھ کام نہ سہی تب بھی شاید اس کا دل اپنے بچے کو دیکھنے کے لیے چاہتا ہو، ساری دنیا تو دیکھے مگر وہ نہ دیکھنے

پائے، یہ کیا لغو حرکت ہے۔ اچھے صاحب زادہ تشریف لائے کہ میاں بیوی میں جدائی پڑ گئی۔ اس بے عقلی کی بھی کوئی حد نہیں۔ (اختری بہشتی زیور ۱۱/۶)

زچہ (بچہ کی ماں) کے غسل میں تاخیر اور نماز میں کوتاہی

سوا مہینے تک زچہ کو ہرگز نماز کی توفیق نہیں ہوتی، بڑی بڑی نماز کی پابندی کرنے والی بھی بے پروائی کر جاتی ہیں، حالانکہ شریعت کا حکم ہے کہ جب خون بند ہوجائے فوراً غسل کرے اگر غسل نقصان کرے تو تیمّم کر کے نماز پڑھنا شروع کر دے بغیر عذر کے ایک وقت کی بھی فرض نماز چھوڑنا سخت گناہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایسا شخص دوزخ میں فرعون، ہامان اور قارون کے ساتھ ہوگا۔

(اصلاح الرسوم ص:۴۱)

متعین اوقات میں زچہ کو تین مرتبہ نہلانے کی رسم

زچہ (بچہ کی ماں) کو تین مرتبہ نہلانا ضروری جانتی ہیں، چھٹی کے دن، اور چھوٹا چلہ (دوسرا نہان) اور بڑا چلہ۔ شریعت سے تو صرف یہ حکم تھا کہ جب خون بند ہوجائے تو نہالے، چاہے پورے چالیس دن میں خون بند ہوجائے چاہے دو ہی چار دن میں بند ہوجائے۔ اور یہاں یہ تینوں دن واجب سمجھے جاتے ہیں۔ یہ شریعت کا پورا مقابلہ ہے یا نہیں؟

بعض لوگ یہ عذر کرتے ہیں کہ بغیر نہائے ہوئے طبیعت گھن کرتی ہے اس لیے نہلا دیتی ہیں، کہ طبیعت صاف ہوجائے، اور میل کچیل صاف ہوجائے لیکن یہ عذر غلط ہے، اگر یہی وجہ ہوتی تو زچہ (عورت) کا جب دل چاہے نہالے، یہ وقتوں کی پابندی کیسی؟ کہ پانچویں دن ہی ہو پھر دسویں اور پندرھویں دن ہی ہو، بلکہ جب اس کا دل چاہتا ہے، تب نہیں نہلاتیں۔ یا نہلانے سے کبھی کبھی زچہ بچہ دونوں کو نقصان

پہنچ جاتا ہے تب بھی نہلاتی ہیں، اور جب نفاس (خون) بند ہوتا ہے اس وقت ہرگز نہیں نہلاتیں، بتلاؤ یہ صریح گناہ ہے یا نہیں۔ (بہشتی زیور ۱۰/۶)

غسل کے وقت عورتوں کا جمع ہونا

نہانے کے وقت پھر سب عورتیں جمع ہوتی ہیں اور کھانا وہیں کھاتی ہیں اور برادری میں دودھ چاول (یا بتاشے وغیرہ) تقسیم ہوتے ہیں بھلا صاحب یہ زبردستی کی تخ لگانے کی کیا ضرورت ہے، دو قدم پر تو گھر مگر کھانا یہاں کھائیں گی وہی مثل ہے کہ مان نہ مان میں تیرا مہمان۔ ان کی طرف سے تو یہ زبردستی اور گھر والوں کی نیت وہی نام وری اور طعن تشنیع سے بچنے کی نیت یہ دونوں وجہیں اس کے منع ہونے کے لیے کافی ہیں۔ (اصلاح الرسوم ص:۱۰۱، بہشتی زیور ۱۰/۶)

غسل کے وقت دُھوم دھام ناچ گانا

بعض شہروں میں آفت ہے کہ اس تقریب میں یا خصوصیت سے غسل صحت کے روز خوب راگ باجہ ہوتا ہے اور کہیں ناچ ہوتا ہے کہیں ڈومنیاں گاتی ہیں، جن کی برائی لکھی جا چکی ہے ان خرافات اور گناہوں کو ختم کرنا چاہئے۔

(اصلاح الرسوم ص:۴۸)

غسل کے وقت ستر اور پردہ پوشی کی ضرورت

مسئلہ: ناف سے لے کر زانوں کے نیچے تک کسی عورت کے سامنے بھی کھولنا درست نہیں، بعض عورتیں ننگی سامنے نہاتی ہیں، یہ بڑی بے غیرتی اور ناجائز بات ہے۔ چھٹی میں ننگی کر کے نہلانا، اور اس پر مجبور کرنا ہرگز درست نہیں، ناف سے زانوں تک ہرگز بدن کو ننگا نہ کرنا چاہئے۔

مسئلہ: جتنے بدن کا دیکھنا جائز نہیں وہاں ہاتھ لگانا بھی جائز نہیں، اس لیے نہاتے وقت اگر بدن بھی نہ کھولے تب بھی نائن وغیرہ سے رانیں ملوانا درست نہیں، اگرچہ کپڑے کے اندر ہاتھ ڈال کر ملے۔

اگر نائن اپنے ہاتھ میں کیسہ (تھیلا) پہن کر کپڑے کے اندر ہاتھ ڈال کر ملے تو جائز ہے۔ (بہشتی زیور ۳/۴۸-۴۹)

اچھوانی اور سٹھورا وغیرہ تقسیم کرنے کو ضروری سمجھنا

اچھوانی گوند (سٹھورا) سارے کنبہ و برادری میں تقسیم ہوتا ہے، اس میں وہی نام ونمود (دکھلاوا) اور طعن و تشنیع سے بچنے کے مفاسد اور نماز و روزہ سے بڑھ کر ضروری سمجھنے کی علت موجود ہے۔ تقریب والے کی تو اچھی خاصی لاگت لگ جاتی ہے

(اصلاح الرسوم ص: ۴۰، بہشتی زیور ۶/۲)

پیدائش کی خبر نائی کے ذریعہ پہنچانے کی رسم

نائی خط لے کر بہو کے میکہ یا سسرال میں خبر کرنے جاتا ہے اور وہاں اس کو انعام دیا جاتا ہے، خیال کرنے کی بات ہے کہ جو کام ایک پوسٹ کارڈ کے ذریعہ نکل سکے، اس کے لیے خاص ایک آدمی کا جانا کون سی عقل کی بات ہے، وہاں کھانے کو میسر ہو یا نہ ہو مگر نائی صاحب کا قرض جو نعوذ باللہ خدا کے قرض سے بڑھ کر سمجھا جاتا ہے ادا کرنا ضروری ہے۔ اور وہی ناموری کی نیت جبراً قہراً دینے وغیرہ کی خرابیاں یہاں بھی ہیں، اس لیے یہ بھی جائز نہیں۔ (بہشتی زیور ۶/۱۰)

چند ضروری تنبیہات

مسئلہ: مشہور ہے کہ زچہ (بچہ کی ماں) جب تک غسل نہ کرے اس کے

ہاتھ کی کوئی چیز کھانا درست نہیں، یہ غلط ہے حیض اور نفاس میں ہاتھ ناپاک نہیں ہوتے۔

مسئلہ: بعض عوام کہتے ہیں کہ چالیس دن کے اندر زچہ خانہ میں (عورت کے پاس) شوہر کو نہیں جانا چاہئے، سو اس کی کوئی اصل نہیں۔

مسئلہ: عام عورتیں زچہ خانہ میں چالیس روز تک نماز پڑھنا جائز نہیں سمجھتیں اگرچہ پہلے ہی پاک ہو جائیں، سو یہ بالکل دین کے خلاف بات ہے نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے باقی کم کی کوئی حد نہیں، جس وقت پاک ہو جائے غسل کر کے فوراً نماز شروع کر دے اسی طرح اگر چالیس دن میں بھی خون بند نہ ہو تو چالیس دن کے بعد پھر اپنے آپ کو پاک سمجھ کر نماز شروع کر دے۔

(اغلاط العوام ص: ۶۸)

مسئلہ: اگر چالیس دن سے پہلے نفاس کا خون بند ہو جائے تو فوراً غسل کر کے نماز پڑھنا شروع کر دے، اور اگر غسل نقصان کرے تو تیمّم کر کے نماز شروع کرے ہرگز کوئی نماز قضا نہ ہونے دے۔ (بہشتی زیور ۲/۱۲۵)

فصل

بچہ کی پیدائش کے موقع پر رسمی طور پر لین دین

بچہ پیدا ہونے کے بعد گھر والوں کے ساتھ خاندان کی عورتیں بطور نیوتے کے (رسمی طور پر) کچھ جمع کر کے دیتی ہیں۔

غور کرنے کی بات ہے کہ ان دینے والوں کا مقصود اور نیت کیا ہے، جس وقت یہ رسم ایجاد ہوئی ہوگئی، اس وقت کی تو خبر نہیں کہ کیا مصلحت ہو، شاید خوشی کی وجہ سے ہو کہ سب عزیزوں کا دل خوش ہو۔

مگر اب تو یقینی بات ہے کہ خوشی ہو یا نہ ہو دل چاہے یا نہ چاہے دینا ہی پڑتا ہے۔ خاندان کی بعض عورتیں نہایت مفلس اور غریب ہوتی ہیں، ان کو بھی اصرار کے ساتھ بلایا جاتا ہے، اگر نہ جائیں تو عمر بھر شکایت گاتی ہیں اور اگر جائیں تو دینے کے واسطے انتظام کر کے لے جائیں، ورنہ سخت ذلت اور شرمندگی ہوگی۔ غرض جاؤ اور جبراً قہراً دے کر آؤ۔ یہ کتنا صریح ظلم ہے کہ گھر بلا کر لوٹا جاتا ہے۔ خوشی کی جگہ بعضوں کو تو پورا جبر گزرتا ہے مگر یہ ممکن نہیں کہ یہ ٹیکس نہ ادا کیا جائے، سرکاری مال گذاری میں اکثر مہینوں کی دیر ہو جاتی ہے مگر اس میں ایک منٹ کا توقف نہیں ہوتا، بلکہ میعاد سے پہلے انتظام کر لینا واجب ہے، اب فرمایئے کہ اس طرح اور اس نیت سے مال خرچ کرنا یا گھر والوں کو لینے دینے کا ذریعہ بننا کہاں جائز ہے، کیونکہ دینے والے کی نیت تو محض اپنی بڑائی اور نیک نامی ہے جس کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص شہرت کا کپڑا پہنے گا قیامت میں اللہ تعالیٰ اس کو ذلت کا لباس پہنائیں گے۔ یعنی جو کپڑا خاص شہرت کی نیت سے پہنا جائے اس پر یہ عذاب ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کوئی کام شہرت و ناموری کی نیت سے کرنا جائز نہیں۔ اور یہاں تو خاص یہی نیت ہوتی ہے کہ دیکھنے والے کہیں گے کہ فلاں نے اتنا دیا ورنہ طعنہ دیں گے، کہ اتنے کنجوس ہیں ایسے آنے کی کیا ضرورت تھی۔ دینے والے کو تو یہ گناہ ہوا۔

اب لینے والے کو سنئے، حدیث میں آیا ہے کہ کسی مسلمان کا مال اس کی دلی خوشی کے بغیر حلال نہیں سو جب کسی شخص نے جبراً کراہت سے دیا تو لینے والے کو لینے کا گناہ ہوا، اگر دینے والا با وسعت ہے (صاحب حیثیت ہے) اور اس پر جبر بھی نہیں ہوا، مگر غرض تو اس کی بھی وہی شیخی اور فخر کرنا ہے جس کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی دعوت قبول کرنے سے منع فرمایا ہے جو فخر کے لیے کھانا کھلائیں، غرض ایسے شخص کا کھانا یا اس کی چیز لینا بھی ممنوع ہے، کیونکہ اس میں اس کی معصیت کی اعانت و مدد ہے اور معصیت کی اعانت کرنا خود معصیت ہے۔ غرض لینے والا بھی گناہ سے نہ بچا۔

اب گھر والوں کو لیجئے کہ وہی لوگ بلا بلا کر ان گناہوں کا سبب ہوئے، تو وہ بھی گنہگار ہوئے۔ غرض کہ اچھا نیوتہ ہوا کہ سب کو گناہ میں ملوث کر دیا۔

اور نیوتہ کی رسم جو اکثر تقریبوں میں ادا کی جاتی ہے، اس میں مذکورہ خرابیوں کے علاوہ ایک خرابی اور بھی ہے وہ یہ کہ جو کچھ نیوتہ آتا ہے وہ سب بقاعدہ المعروف کالمشروط اپنے ذمہ قرض ہو جاتا ہے۔ اور قرض کا بلا ضرورت لینا منع ہے، پھر قرض کا یہ حکم ہے کہ جب کبھی اپنے پاس ہو ادا کر دینا ضروری ہے اور یہاں یہ انتظار کرنا پڑتا ہے کہ اس کے یہاں بھی جب کوئی کام ہو تب ادا کیا جائے، اور اگر کوئی شخص نیوتہ کا بدلہ ایک ہی آدھ دن کے بعد دینے لگے تو ہرگز کوئی قبول نہ کرے یہ دوسرا گناہ ہوا۔

اور قرض کا حکم یہ ہے کہ گنجائش ہو تو ادا کر دو، پاس میں نہ ہو تو نہ دو جب ہوگا دے دیا جائے گا، اور یہاں حال یہ ہے کہ گنجائش ہو یا نہ ہو مگر اس وقت اس کا ادا کرنا

واجب ہے۔ غرض تینوں حالتوں میں شریعت کی مخالفت کی جاتی ہے، اس لیے یہ مروج رسم جائز نہیں رہی۔ (اصلاح الرسوم ص: ۳۸-۳۹، بہشتی زیور ۶/۸-۹)

زبردستی کا اور عجیب قسم کا قرض

اور عجیب بات یہ ہے کہ قرض کا قاعدہ یہ ہے کہ آدمی حاجت کے وقت ادا کر دیتا ہے اور یہ عجیب قسم کا قرض ہے کہ خواہ حاجت ہو یا نہ ہو مقروض بنو، اور جس وقت ادا کرنا چاہو ادا نہ کر سکو، اگر کوئی شخص اگلے دن نوتہ (بیہواری لین دین) کا روپیہ ادا کرنے کے لیے جائے تو ہرگز ہرگز نہ لیں اور یہ کہیں کہ ہم نے کیا آج کے لیے لینے کے واسطے دیا تھا؟ ہمارے یہاں جب کوئی تقریب ہوگی اس وقت دینا، سو احادیث میں قرض کے باب میں سخت وعید آئی ہے اس سے مراد وہی قرض ہے جو بلا حاجت ہو، خواہ مخواہ بے ضرورت مقروض ہونا بے شک شارع علیہ السلام کی مرضی کے خلاف ہے۔ پھر ایک شخص حق واجب سے سبکدوش ہونا چاہتا ہے اور اس کو کوئی شخص گرانبار رکھنے کی کوشش کرے تو یہ اور بھی مذموم ہے، سو اس نیوتہ کی رسم میں یہ دونوں خرابیاں ہیں۔ ایک لینے والے کے واسطے دوسری دینے والے کے واسطے۔

(اصلاح الرسوم ص: ۴۳)

فصل

چھوٹے بچوں کی پرورش سے متعلق ضروری ہدایات وآداب

مفید احتیاط اور تدبیریں:

۱- بچہ کے لیے سب سے بہتر ماں کا دودھ ہے، بشرطیکہ مسان (سوکھے) کا مرض نہ ہو، اور اگر مسان کا مرض ہو تو سب سے زیادہ نقصان دہ ماں کا دودھ ہے۔

تندرست ماں اگر خالی پستان بھی بچہ کے منہ میں دے تو بچہ کو فائدہ پہنچتا ہے، اگر یہ عادت بنالیں کہ ہر دفعہ دودھ پلانے سے پہلے ایک انگلی شہد چٹا دیا کریں تو بہت مفید ہے۔

۲- اگر بچہ کو انّا (دوسری عورت) کا دودھ پلانا ہو تو ایسی عورت تجویز کرنا چاہیے جس کا دودھ اچھا ہو اور وہ عورت جوان ہو، اور اس کا دودھ تازہ ہو، یعنی اس کا بچہ چھ سات مہینہ سے زیادہ کا نہ ہو، اور اس کی عادتیں اچھی ہوں اور وہ دیندار ہو، احمق (بے وقوف) بے شرم بدچلن کنجوس لالچی نہ ہو، دودھ پلانے والی کوئی نقصان دہ چیز نہ کھائے۔

۳- جب بچہ سات دن کا ہو جائے تو گہوارہ (جھولے) میں جھلانا اور گیت سنانا اس کو بہت مفید ہے، گود میں لیں یا گہوارہ میں لٹائیں بچہ کا سر اونچا رکھیں۔

۴- جھولے کی زیادہ عادت بچہ کو نہ ڈالیں کیونکہ جھولا ہر جگہ نہیں ملتا، اور بہت گود میں بھی نہ رکھیں اس سے بچہ کمزور ہو جاتا ہے۔

۵- بچہ کو الگ سلائیں اور حفاظت کے واسطے دونوں طرف کی پٹیوں سے دو چارپائیاں ملا کر بچھا دیں، یا اس کی دونوں کروٹ دو تکیہ رکھ دیں تاکہ گر نہ

پڑے، اور پاس سلانے میں ڈر یہ ہے کہ شاید سوتے میں کہیں کروٹ کے نیچے دب جائے، ہاتھ پاؤں نازک تو ہوتے ہی ہیں اگر صدمہ پہنچ جائے تو کوئی تعجب نہیں ایک جگہ اسی طرح ایک بچہ رات کو دب گیا، صبح کو مرا ہوا ملا۔

٦- چھوٹے بچہ کو عادت ڈالیں کہ وہ سب کے پاس آیا جایا کرے، ایک آدمی کے پاس زیادہ جانے سے اگر وہ آدمی خدانخواستہ مرجائے یا کہیں چلا جائے تو بچہ کے لیے مصیبت ہوجاتی ہے۔

۷- روزانہ بچہ کا ہاتھ منھ، گلا، کان گیلے کپڑے سے خوب صاف کردیا کریں، میل جمنے سے گوشت گل کر زخم پڑ جاتے ہیں۔

۸- جب پیشاب یا پاخانہ کرے فوراً پانی سے صاف کردیا کریں، خالی کپڑے وغیرہ سے پوچھنے پر بس نہ کیا کریں، اس سے بچہ کے بدن میں خارش اور سوزش (جلن) پیدا ہوجاتی ہے، اگر موسم ٹھنڈا ہو تو پانی ہلکا گرم کریں۔

۹- جب دودھ چھڑانے کی دن قریب آئیں اور بچہ کچھ کھانے لگے تو اس کا خیال رکھیں کہ کوئی سخت چیز ہرگز نہ چبانے دیں، اس سے ڈر ہے کہ دانت مشکل سے نکلیں، اور ہمیشہ کے لیے دانت کمزور رہیں۔

۱۰- ایسی حالت میں نہ غذا پیٹ بھر کر کھلائیں نہ پانی زیادہ پلائیں اس سے معدہ ہمیشہ کے لیے کمزور ہوجاتا ہے، اگر ذرا بھی پیٹ پھولا دیکھیں تو غذا بند کردیں اور جس طرح ہوسکے بچہ کو سلادیں، اس سے غذا جلدی ہضم ہوجاتی ہے۔

۱۱- جب بچہ کھانا کھانے لگے، انا (کھلانے والی عورت) پر بچے کا کھانا نہ چھوڑیں بلکہ خود اپنے یا اپنے کسی سلیقہ دار معتبر آدمی کے سامنے کھانا کھلایا کریں تاکہ بے اندازہ (ضرورت سے زیادہ) کھا کر بیمار نہ ہوجائے۔

۱۲- جب کچھ سمجھ دار ہوجائے تو اس کو اپنے ہاتھ سے کھانے کی عادت ڈالیں،

اور کھانے سے پہلے ہاتھ دھلوادیا کریں، اور دائیں ہاتھ سے کھانا سکھلائیں اور اس کو کم کھانے کی عادت ڈلوائیں تاکہ بیماری اور لالچ سے بچا رہے۔

۱۳- بچوں کو کسی خاص غذا کی عادت نہ ڈلواؤ، بلکہ موسمی چیزیں سب کھلاتے رہو تاکہ عادت رہے البتہ بار بار نہ کھلاؤ جب تک ایک چیز ہضم نہ ہوجائے دوسری نہ دو۔ اور کوئی چیز اتنی نہ کھلاؤ کہ ہضم نہ ہوسکے، اور کھٹائی زیادہ نہ کھانے دو، خاص طور پر لڑکیوں اور بچوں کو تاکید رکھو کہ کھانا کھانے اور پانی پینے میں نہ ہنسیں اور نہ کوئی ایسی حرکت کریں جس سے لقمہ یا پانی ناک کی طرف چڑھ جائے، اور جس قدر میسر ہو بچوں کو اچھی غذا دو، اس عمر میں جو کچھ طاقت بدن میں آجائے گی تمام عمر کام آئے گی۔ خاص کر جاڑوں میں میوہ یا تل کے لڈو کھلایا کرو، ناریل اور مصری کھانے سے طاقت بھی آتی ہے اور چنونے پیدا نہیں ہوتے، اور سوتے میں پیشاب زیادہ نہیں آتا۔

۱۴- بچہ کو تاکید کردیں کہ اگر کوئی اس کو کھانے پینے کی چیز دے تو گھر لاکر ماں باپ کے سامنے رکھ دے خود ہی نہ کھالے۔

۱۵- بچہ کو عادت ڈالیں کہ اپنے بڑوں کے علاوہ اور کسی سے کوئی چیز نہ مانگے۔ اور نہ بغیر اجازت کے کسی کی دی ہوئی چیز لے۔

۱٦- بچہ کو بہت لاڈ پیار نہ کریں، ورنہ برباد ہوجائے گا۔

۱۷- بچہ کو بہت تنگ کپڑے نہ پہنائیں اور بہت گوٹہ کناری بھی لگائیں البتہ عید بقرعید میں مضائقہ نہیں۔ (بہشتی زیور ۱۰/۱۵-۹/٦۱)

باب (۶)

عقیقہ کا بیان

۱- عقیقہ کر دینے سے بچہ کی سب اَلا، بلا دور ہو جاتی ہے اور آفتوں سے حفاظت رہتی ہے۔

۲- جس کے کوئی لڑکا یا لڑکی پیدا ہو تو بہتر ہے کہ ساتویں دن اس کا نام رکھ دے اور عقیقہ کر دے۔

۳- عقیقہ کا طریقہ یہ ہے کہ اگر لڑکا ہو تو دو بکری، اور لڑکی ہو تو ایک بکری یا بڑے جانور میں لڑکے کے واسطے دو حصے اور لڑکی کے واسطے ایک حصہ کر دے۔ اور سر کے بال مونڈ دے، اور بال کے برابر چاندی یا سونا تول کر خیرات کر دے، اور بچہ کے سر میں دل چاہے تو زعفران لگا دے۔

۴- کسی کو زیادہ توفیق نہیں اس لیے اس نے لڑکے کی طرف سے ایک ہی بکری کا عقیقہ کیا تو اس کا بھی کچھ حرج نہیں اور اگر بالکل عقیقہ ہی نہ کرے تو بھی کچھ حرج نہیں۔

۵- اگر ساتویں دن عقیقہ نہ کرے تو جب کرے ساتویں دن ہونے کا خیال کرنا بہتر ہے۔ اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ جس دن بچہ پیدا ہوا اس سے ایک دن پہلے عقیقہ کر دے یعنی اگر جمعہ کو پیدا ہو تو جمعرات کو عقیقہ کر دے اور اگر جمعرات کو پیدا ہوا تو بدھ کو کرے چاہے جب کرے حساب سے وہ ساتواں دن پڑے گا۔

۶- جس جانور کی قربانی جائز نہیں اس کا عقیقہ بھی درست نہیں، اور جس کی قربانی

درست ہے اس کا عقیقہ بھی درست ہے۔

عقیقہ کا گوشت چاہے کچا تقسیم کر دے چاہے پکا کر بانٹے، چاہے دعوت کر کے کھلا دے سب درست ہے اور عقیقہ کا گوشت باپ، دادا، نانا، نانی وغیرہ سب کو کھلانا درست ہے۔ (بہشتی زیور ۳/۱۶۴)

عقیقہ کی مشروعیت اور اس کی حکمت

اہل عرب اپنی اولاد کا عقیقہ کیا کرتے تھے عقیقہ میں بہت سی مصلحتیں تھیں، اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو برقرار رکھا، خود بھی اس پر عمل کیا اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دی۔

۱- عقیقہ کی مصلحتوں میں سے ایک مصلحت یہ ہے کہ اولاد کے نسب کی اشاعت ہوتی ہے۔

۲- نیز اس میں سخاوت کے معنی پائے جاتے ہیں۔

۳- نصرانیوں میں جب کسی کے بچہ پیدا ہوتا تھا تو زرد پانی سے رنگا کرتے تھے کہ اس کی وجہ سے بچہ نصرانی ہو جاتا ہے پس مناسب معلوم ہوا کہ ملت حنفیہ یعنی دین محمدی میں ان کے اس فعل کے مقابلہ میں کوئی ایسا فعل پایا جائے جس سے اس لڑکے کا حنفی اور ملت ابراہیمی کا تابع ہونا معلوم ہو۔

(المصالح العقلیہ للاحکام النقلیہ)

ساتویں روز سے پہلے عقیقہ نہ ہونے کی وجہ

عقیقہ ساتویں روز کی تخصیص اس لیے ہے کہ ولادت اور عقیقہ میں کچھ فاصلہ ہونا ضروری ہے کیونکہ پورا خاندان زچہ بچہ کی خبر گیری میں مصروف رہتے ہیں پس ایسے وقت میں یہ مناسب نہیں ہے کہ ان کو عقیقہ کا حکم دے کر ان کا کام اور زیادہ کر دیا جائے۔

اور نیز بہت سے لوگوں کو اسی وقت بکرے دستیاب نہیں ہوسکتے بلکہ تلاش کرنے کی حاجت ہوتی ہے اگر پہلے ہی روز عقیقہ مسنون کیا جائے تو لوگوں کو دقت (پریشانی) ہو۔ لہٰذا سات روز کا فاصلہ ایک کافی مدت ہے۔

اور ساتویں روز نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلے لڑکے کا نام رکھنے کی کیا ضرورت ہے بلکہ نام رکھنے میں بھی مہلت چاہیئے، تاکہ خوب غور فکر کے بعد اچھا نام رکھا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ عجلت کی وجہ سے کوئی خراب نام مقرر کردیں۔

(المصالح العقلیہ للاحکام النقلیہ ۲/۲۴۸)

لڑکے میں دو بکرے اور لڑکی میں ایک بکرا ہونے کی حکمت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: **عن الغلام شاتان وعن الجارية شاة**، یعنی لڑکے کی طرف سے دو بکریاں، اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری عقیقہ میں دینی چاہیئے۔

اس کا سبب یہ ہے کہ لوگوں کے نزدیک لڑکیوں کے بہ نسبت لڑکوں کا نفع زیادہ ہے، لہٰذا (لڑکے کے لیے) دو کا ذبح کرنا زیادتی اور اس کی عظمت کے مناسب ہے۔

ابن قیمؒ لکھتے ہیں کہ لڑکے کے لیے دو سے اور لڑکی کے لیے ایک بکری عقیقہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ لڑکے کو لڑکی پر فضیلت ہے اور جب لڑکے کے وجود سے والد پر نعمت کا کمال اور سرور و خوشی زیادہ ہوتی ہے تو اس پر مزید شکر واجب ہے، کیونکہ جب نعمت زیادہ ملتی ہے تو زیادہ شکر کرنا لازم ہے۔ (المصالح العقلیہ للاحکام النقلیہ ص:۲۵۰)

مسئلہ: لڑکے کے لیے دو بکریاں اور لڑکی کے لیے ایک۔ اور اگر بڑے جانور میں حصہ لے تو لڑکے کے لیے دو حصے اور لڑکی کے لیے ایک حصہ لے اگر کسی کو زیادہ توفیق نہیں۔ اس لیے اس نے لڑکے کی طرف سے ایک ہی بکری ذبح کی تو بھی جائز ہے۔ (اصلاح الرسوم)

بچہ کے سر کے بال کے برابر چاندی صدقہ کرنا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ سے حضرت حسینؓ کے متعلق فرمایا کہ اے فاطمہ! اس کے سر کے بالوں کو منڈوادو، اور ہم وزن اس کے بالوں کے (یعنی بالوں کے وزن کے برابر) چاندی خیرات کردو۔

چاندی خیرات کرنے کی وجہ یہ ہے کہ بچہ کا حالت جنین سے منتقل ہو کر طفولیت کی طرف آنا (یعنی ماں کے پیٹ سے باہر آکر دودھ پینے والا بچہ ہوجانا) خدا تعالیٰ کی نعمت ہے تو اس پر شکر کرنا واجب ہے، اور بہترین شکر یہ ہے کہ اس کے بدلہ میں کچھ دیا جائے، اور جنین (وہ بچہ جو ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے) اس کے بال جنین کا بقیہ نشان تھے، ان (بالوں) کا دور ہونا دودھ پیتے بچہ کے نشان کے استقبال کی نشانی ہے۔ اس لیے واجب ہوا کہ ان کے بدلہ میں چاندی دی جائے۔

اور چاندی کی خصوصیت اس وجہ سے ہے کہ سونا بہت گراں ہوتا ہے مالداروں کے سوا اور کسی کو دستیاب نہیں ہوتا، اور دوسری چیزیں بہت کم قیمت کی ہیں، چاندی درمیانی ہے (اس لیے چاندی صدقہ کرنے کا حکم ہوا)۔ (المصالح العقلیہ للاحکام النقلیہ)

تنبیہ:

۱- بعض عوام یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ عقیقہ کے جانور کی ہڈیاں نہ توڑی جائیں، اور سری حجام کو دیں، یہ باتیں واجب نہیں کبھی کبھی اس کے خلاف بھی کرنا چاہیئے تاکہ عوام ضروری نہ سمجھیں۔

۲- بعض عوام کا عقیدہ ہے کہ عقیقہ کے جانور کا گوشت باپ دادا، نانی نانا کو نہ کھانا چاہیئے، شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں۔ (اغلاط العوام)

عین ذبح کے وقت بچہ کے سر کے بال مونڈنا ضروری نہیں

ایک یہ بھی رسم ہے کہ جس وقت بچہ کے سر پر استرہ رکھا جائے فوراً اسی وقت بکرا ذبح ہو، یہ بھی محض لغو ہے۔ شریعت میں چاہے سر مونڈنے کے کچھ دیر بعد ذبح کرے، یا ذبح کر کے سر منڈائے، سب درست ہے غرضیکہ اس دن یہ دونوں کام ہو جانے چاہئیں۔ (بہشتی زیور ۱۳/۶)

عقیقہ کے موقع پر بال مونڈتے وقت لین دین کی رسم

برادری اور خاندان کے لوگ جمع ہو کر سر مونڈنے کے بعد کٹوری (یا کسی برتن تھالی، جھولی وغیرہ) میں بطور نوتہ کے کچھ نقد روپیہ پیسہ ڈالتے ہیں، جو نائی کا حق سمجھا جاتا ہے اور عرفاً یہ اس گھر والے کے ذمہ قرض سمجھا جاتا ہے کہ ان دینے والوں کے یہاں کوئی کام پڑے تب ادا کیا جائے جس کا ایسے ہی موقع پر ادا کرنا ضروری ہے۔ (اور اس میں ایسا التزام کہ) اگر پاس نہ ہو تو قرض لو، گو سودی ملے، جو سراسر شریعت کے خلاف ہے اس کے سوا اور بھی اس میں کئی خرابیاں ہیں، مثلاً دینے والے کی نیت خراب ہونا، کیونکہ یہ یقینی بات ہے کہ بعض وقت گنجائش نہیں ہوتی، اور دینا گراں گزرتا ہے مگر صرف اس وجہ سے کہ نہ دینے میں شرمندگی ہوگی لوگ بدنام کریں گے، طعنہ دیں گے، مجبور ہو کر دینا پڑتا ہے، اس کو ریا نمود کہتے ہیں اور شہرت و نمود (دکھلاوے) کے لیے مال خرچ کرنا حرام ہے۔

اسی طرح لینے والے کی خرابی یہ ہے کہ یہ دینا فقط تبرع واحسان ہے اور احسان میں جبر زبردستی کرنا حرام ہے، اور یہ بھی زبردستی ہے کہ اگر نہ دے تو مطعون ہو (یعنی لوگ طعنہ دیں) بدنام ہو، خاندان بھر میں نکّو بنے، اور اگر کوئی خوشی سے دے تب بھی شہرت اور ناموری کی نیت ہونا یقینی ہے جس کی ممانعت قرآن وحدیث میں صاف

مذکور ہے۔ بہتر طریقہ یہ ہے کہ اگر دینا ہی منظور ہو تو کسی دوسرے موقع پر خفیہ طور پر دے دیا جائے۔ (بہشتی زیور ۱۳/۶)

سسرال والوں کی طرف سے جوڑے وغیرہ دینے کی رسم

بچہ کو ننھیال کی طرف سے کچھ نقد و پارچہ (جوڑے اور غلہ) دیا جاتا ہے جس کو عرف میں بھات کہتے ہیں .... بڑی خرابی اس میں یہ ہے کہ خواہ اس موقع پر ننھیال والوں کے پاس ہو یا نہ ہو ہزار جتن کرو، سودی قرض لو، کوئی چیز گروی رکھو۔ غرض کچھ بھی ہو مگر یہاں کا سامان ضرور ہو، اب فرمائیے جب ایک غیر ضروری کام بلکہ معصیت (گناہ) کا ایسا اہتمام ہو کہ فرائض وواجبات کا بھی وہ اہتمام نہ ہو، یہ حدود شرعیہ سے تعدی (زیادتی) ہے یا نہیں۔

اور ایک بڑی خرابی اس میں یہ ہے کہ اس میں نیت بھی وہی شہرت اور تفاخر (اور بدنامی سے بچنے) کی ہوتی ہے جس کا حرام ہونا بار بار ذکر ہو چکا ہے۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ اپنے عزیزوں رشتہ داروں سے سلوک کرنا عبادت ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ صلح رحمی اور سلوک کرنا منظور ہوتا تو رسم کی پابندی کے بغیر جب ان کو حاجت ہوتی تب ان کی خدمت کرتے اب تو عزیزوں پر خواہ فاقے گزر جائیں خبر بھی نہیں لیتے (اور ایسے مواقع میں) اپنے نام ونمود کے لیے صلہ رحمی کی تاویل سوجھنے لگی۔ (اصلاح الرسوم ص: ۴۷)

باب (٧)

ختنہ کا بیان

ختنہ کا مسنون طریقہ

١- جب بچہ میں برداشت کی قوت دیکھی جائے چپکے سے نائی کو بلا کر ختنہ کرادیں۔

٢- جب اچھا ہوجائے غسل کرادیں۔

٣- اگر گنجائش ہو اور بار بھی نہ ہو اور پابندی بھی نہ کرے، اور شہرت و نمود اور طعن و بدنامی کا بھی خیال نہ ہو، شکریہ میں دو چار اعزہ و احباب یا دو چار مسکینوں کو جو میسر ہو کھلادے۔ اللہ اللہ خیر صلاّ۔ لیکن بار بار ایسا بھی نہ کرے۔ ورنہ پھر وہی رسم پڑ جائے گی۔ (اصلاح الرسوم ص: ۴۸، بہشتی زیور ص: ۱۵)

ختنہ وغیرہ کی تقریب میں بچوں کے نام سے کچھ دیئے جانے کا مسئلہ

مسئلہ: ختنہ وغیرہ کسی تقریب میں چھوٹے بچوں کو جو کچھ دیا جاتا ہے اس سے خاص اس بچہ کو دینا مقصود نہیں ہوتا بلکہ ماں باپ کو دینا مقصود ہوتا ہے اس لیے وہ سب نیوتہ بچہ کی ملک نہیں بلکہ ماں باپ اس کے مالک ہیں، جو چاہیں سو کریں، البتہ اگر کوئی شخص خاص بچہ ہی کو کوئی چیز دے تو پھر وہی بچہ اس کا مالک ہے اگر بچہ سمجھ دار ہے تو خود اسی کا قبضہ کرلینا کافی ہے، جب قبضہ کرلیا تو مالک ہوگیا۔ اگر بچہ قبضہ نہ کرے یا قبضہ کرنے کے لائق نہ ہو تو اگر باپ ہو تو اس کے قبضہ کرلینے سے اور اگر باپ نہ ہو تو دادا کے قبضہ کرلینے سے بچہ مالک ہوجائے گا، اور اگر باپ داد موجود نہ ہوں تو وہ بچہ جس کی پرورش میں ہے اس کو قبضہ کرنا چاہئے۔ (بہشتی زیور ۵/۳۴)

ختنہ کے موقع پر لوگوں کو اہتمام سے بلانا

(ختنہ کے موقع پر) لوگوں کو آدمی اور خطوط بھیج کر بلانا بالکل سنت کے خلاف ہے، مسند احمد میں حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو کسی نے ختنہ میں بلایا آپ نے تشریف لے جانے سے انکار فرمایا، آپ سے اس کی وجہ دریافت کی گئی، آپ نے جواب دیا کہ ہم لوگ عہد رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں (ختنہ میں) نہ جاتے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شریعت میں جس چیز کا اعلان ضروری نہیں اس کے لیے لوگوں کو جمع کرنا اور بلانا سنت کے خلاف ہے۔

اس میں بہت سے رسمیں آگئیں جن کے لیے لمبے چوڑے اہتمام ہوتے ہیں۔ (اصلاح الرسوم ص: ۴٦، بہشتی زیور ٦/۱۴)

اور وجہ اس کی یہ ہے کہ بلانا اہتمام کی دلیل ہے، تو شریعت نے جس چیز کا اہتمام نہیں کیا اس کا اہتمام کرنا دین میں ایجاد کرنا ہے۔

اسی وجہ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جب لوگوں کو چاشت کی نماز کے لیے مسجد میں جمع دیکھا تو براہ انکار اس کو بدعت فرمایا اور اسی بناء پر فقہاء نے نفلی جماعت کو مکروہ کہا ہے۔ (اصلاح الرسوم ص: ۱۱۰-۱۱۱)

ختنہ کی دعوت

فرمایا! میرے ایک عزیز ہیں ان کے لڑکے کا ختنہ ہے، چونکہ عزیزوں (رشتہ داروں) کو زور ہوتا ہے اس لیے انہوں نے کہا کہ ضرور آنا پڑے گا، میں نے کہا کہ میں اصلاح الرسوم میں منع لکھ چکا ہوں اور حدیث بھی لکھی ہے، کیسے جا سکتا ہوں، کہیں گے تو ضرور کہ روکھا ہے لیکن عزیزوں سے بھی یہی کرنا پڑتا ہے۔ (حسن العزیز ۱/۵۲۷)

فرمایا ایک مرتبہ ایک شیعہ کے یہاں سے ختنہ کی تقریب پر ہمارے یہاں کھانا آیا میں نے اس تحریر کے ساتھ اس کو واپس کر دیا کہ ہمارے فقہ میں اطعمہ (مسنون دعوت کے کھانوں) کی فہرست موجود ہے اور یہ کھانا اس فہرست سے خارج ہے۔ لہٰذا مجھے معذور سمجھیں، میں اس قسم کا کھانا اپنے اعزہ واقرباء (رشتہ داروں) سے بھی قبول نہیں کرتا۔ بحمداللہ اس جواب سے کوئی شکایت نہیں ہوئی۔

(ملفوظات حکیم الامت ملحقہ دعوت عبدیت ۱۴/۶۰)

ختنہ میں اخفاء بہتر ہے یا اعلان واظہار

سوال (۳۰۹) اصلاح الرسوم میں ختنہ کے اعلان اور اس کے لیے تداعی (اہتمام سے بلانے) کو منع کیا ہے، اور مدخل میں مذکر کے ختنہ کو اظہار اور لڑکی کے ختنہ کے اخفاء کو سنت کہا ہے۔

الجواب: اصلاح الرسوم میں ممانعت کی دلیل بھی لکھی ہے اس لیے اس پر عمل متروک نہ ہوگا، اس دلیل میں مطلق ختان وارد ہے۔ لہٰذا حکایۃً فعل پر بھی محمول نہ کیا جائے۔ باقی ''مدخل'' میں جس اظہار کو مسنون کہا ہے وہ بمعنی عدم اخفاء ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اخفاء (چپکے سے ہونے) کا اہتمام نہ کیا جائے، چنانچہ اس کے بالمقابل اخفاء ختان جاریہ (لڑکی کے ختنہ کو خفیہ رکھنا) اس کا قرینہ ہے تو اس سے اعلان بمعنی اہتمام تداعی (یعنی اہتمام سے بلانے کا) جائز ہونا لازم نہیں آتا۔

(امدادالفتاویٰ ۴/۲۳۹)

ختنہ کی دعوت میں شرکت سے متعلق حضرت تھانویؒ کا دلچسپ واقعہ

فرمایا کہ قصبہ رام پور میں ایک مالدار مولوی صاحب کے لڑکے کا ختنہ تھا، اپنے سب حضرات بھی اس میں مدعو تھے، مجھ کو بھی بلایا گیا تھا، میں بھی چلا گیا، اصلاح الرسوم (کتاب) میں اس سے پہلے لکھ چکا تھا، میں نے پہلے سے طے کر لیا تھا کہ میں قاضی انعام الحق صاحب کے مکان پر ٹھہروں گا اور اس کی وجہ (بطور حیلہ) کے میں نے یہ بیان کی تھی کہ مجمع میں بعض بڑے لوگ ہوں گے میں ان کے ادب میں رہوں گا، اور بعض لوگ چھوٹے ہوں گے وہ میرے ادب میں رہیں گے۔ نہ مجھ کو راحت ملے گی نہ ان کو، اور اس تقریب میں حضرت مولانا محمود حسن صاحب اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب بھی تشریف لائے تھے، میں قاضی انعام الحق صاحب کے مکان پر ٹھہرا، عشاء کے وقت میں نے دیکھا کہ نائی عام بلاوا دیتا پھرتا ہے، میں نے دریافت کیا کہ یہ بلاوا کیسا ہے؟ اس نے کہا کہ تمام برادری کی دعوت ہے، میں کھٹک گیا کہ گڑبڑ معاملہ ہے، اور بظاہر تفاخر ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ خیال ہوا کہ میں تو اصلاح الرسوم میں منع لکھ چکا ہوں اگر شرکت کی تو کتاب کا خاک اثر نہ رہے گا، اس لیے میں نے خوب سوچ کر تجویز کیا کہ میں قاضی انعام صاحب کے باغ میں جاتا ہوں وہاں کسی کا خیال ہی نہ جائے گا، اور میں شریک ہونے سے بچ جاؤں گا، اور شریک نہ ہوں گا۔ گو اس میں مجھ کو بعض کلفتیں ہوں گی، مگر کچھ بھی ہو شرکت کرنا مناسب نہیں۔ اور اس زمانہ میں بھی تصانیف کا کام کر رہا تھا، سفر میں تصنیف کا سامان بھی ساتھ رکھتا تھا، اس وقت بھی ضروری سامان تھا، اس کو لے کر اخیر شب میں باغ میں پہنچ گیا..........

لوگوں نے مختلف سڑکوں پر بھی ڈھونڈا، مگر میں کہاں وہ سب تو ڈھونڈتے رہ گئے میں ریل کے وقت باہر باہر اسٹیشن پہنچ گیا اسٹیشن پر مولوی معین الدین صاحب ملے وہ بھی اس تقریب میں شرکت کے لیے آئے تھے، کہنے لگے کہ میں تو تم سے لڑنے آیا تھا یہ انہوں نے اس وجہ سے کہا کہ انہوں نے بھی ایک مرتبہ تقریب میں مدعو کیا تھا، میں نے انکار کر دیا تھا۔ کہنے لگے کہ میں یہ سوچ کر چلا تھا کہ غریب آدمیوں کے یہاں شرکت سے انکار کرتے ہو، اور امیروں کے یہاں شرکت کرتے ہو، مگر جب تم کو نہ

پایا تو اب لڑائی کی گنجائش نہ رہی۔ اور کہنے لگے کہ جب تم ہی شریک نہ ہوئے تو اب میں بھی شریک نہ ہوں گا۔

یہاں ایک لطیفہ یہ ہوا کہ میں قرآن شریف سورہ نمل پڑھ رہا تھا اس میں ہُد ہُد کا قصہ آیا، میں نے ایک دوست کو بلا کر کہا کہ دیکھو قرآن شریف میں میرے اس واقعہ کی نظیر اور تائید ان آیات میں موجود ہے۔

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا اَرَى الْهُدْهُدَ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ، لَاُعَذِّبَنَّهُ عَذَابًا شَدِيْدًا۔ (پ: ۱۹)

جیسے وہاں ہدہُد کی تلاش شروع ہوئی تھی، میری بھی تلاش ہوئی، ہمارے محاورہ میں ہُد ہُد بیوقوف کو کہتے ہیں اور میں بھی بے وقوف سا تھا۔

ہُد ہُد سلیمان علیہ السلام کے لشکر سے غائب ہوا، میں بھی اس تقریب کے مجمع سے غائب ہوگیا تھا، اس کی سزا عذاب اور ذبح تجویز کی گئی تھی، مجھ کو بھی برا بھلا کہا گیا، ملامت کی گئی یہ بھی ذبح نفس ہے۔

ہدہد نے ایک ایسی چیز کی خبر دی تھی جس کا علم حضرت سلیمان علیہ السلام کو نہ تھا، اس سے معلوم ہوا کہ کسی واقعہ حسیہ کا علم اگر ناقص کو ہو کامل کو نہ ہو تو ممکن ہے، اسی طرح اگر عوام کے مفاسد کی مجھ کو خبر ہو اور اکابر کو نہ ہو تو بعید نہیں اور جیسے وہاں بلقیس عورت کی سلطنت تھی ایسے ہی یہاں پر بھی عورتوں کی حکومت تھی، جن کی وجہ سے یہ رسمیں ہوئیں۔

اور حسیات میں کسی کے علم کا زیادہ ہونا یہ کوئی کمال نہیں، جزئی واقعات میں ممکن ہے کہ چھوٹوں کا علم بڑوں سے بڑھا ہوا ہو، سو جیسے اس علم سے سلیمان علیہ السلام پر ہدہد کو فضیلت نہیں ہوسکتی، ایسے ہی مجھ کو بھی اپنے اکابر پر فضیلت نہیں ہوسکتی، البتہ ہمارے حضرات علوم مقصودہ میں بڑھے ہوئے ہیں، اور یہ علوم مقصودہ میں سے نہ تھا۔

(الافاضات الیومیہ ۲/۳٦۷)

بالغ ہونے کے بعد ختنہ کرانا

بالغ ہونے کے بعد بھی ختنہ کا حکم ہے اور اس میں شرط یہ ہے کہ وہ اس کا تحمل (یعنی برداشت) بھی کر سکے، ورنہ چھوڑ دیا جائے گا، ختنہ کی ضرورت سے اس کے بدن کو دیکھنا اور ہاتھ لگانا سب جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ ۱/۲۴۰)

ضروری تنبیہ

ختنہ کے وقت بعض موقع پر لڑکا بالغ ہونے کے قریب ہوتا ہے جس کا پوشیدہ بدن دیکھنا ختنہ کرنے والوں کے علاوہ دوسروں کو بلا ضرورت دیکھنا حرام ہے لیکن سب بے تکلف دیکھتے ہیں اور گنہگار ہوتے ہیں اور ان گناہوں کا سبب یہ بلانے والا ہوتا ہے۔ (اصلاح الرسوم ۱/۴۴)

فصل

لڑکیوں کے ناک کان چھدوانا

زیور کے شوق میں لڑکیوں کو ساری مصیبتیں آسان ہوجاتی ہیں یعنی کان چھدوانے میں کتنی تکلیف ہوتی ہے مگر لڑکیاں ہنسی خوشی سب کام کرالیتی ہیں، بلکہ اگر کوئی ان سے یہ کہے کہ کان چھدوا کر کیا لوگی، خوامخواہ تکلیف اپنے سر مول لیتی ہو، کان مت چھدواؤ تو اس سے لڑنے کو تیار ہوجاتی ہیں۔

میرے ایک دوست ہیں، ان کو اپنی لڑکی سے بہت محبت تھی، ایک دن وہ مجھ سے کہنے لگے کہ اگر میں اس بچی کے کان نہ چھدواؤں تو کچھ حرج تو نہیں ہے؟ مجھے اس کی تکلیف سے بہت تکلیف ہوتی ہے۔

میں نے کہا حرج نہیں یہ خبر کہیں سے اس لڑکی کو پہنچ گئی، مجھ پر بڑی خفا ہوئی کہ اپنی بیوی بہن کو نہیں دیکھتے یہ مسئلہ میرے ہی واسطے نکالا ہے۔

(الکمال فی الدین للنساء ص:۸۳)

ایک صاحب نے ناک چھدوانے کے متعلق دریافت کیا، فرمایا کہ اس کے متعلق صاحب درمختار نے یہ لکھا ہے کہ لَمْ أرَهٗ (میں نے اس کی کہیں تصریح نہیں دیکھی) اور شامی نے اس کو کان پر قیاس کر کے جائز لکھا ہے یعنی چونکہ کان اور ناک میں بظاہر کوئی فرق نہیں اور کان کے متعلق نص ہے اس لیے اس کو بھی جائز کہا جائے گا لیکن ناک چھدوانا خلاف اولیٰ ہے۔

(دعوات عبدیت مقالات حکمت ۱۹/۶۹)

کان ناک چھیدنے کا حکم

سوال: کان ناک چھیدنا جیسا کہ ہندوستان میں رائج ہے ثابت ہے یا نہیں؟

فرمایا: کان کی صرف لَو چھیدنا ثابت ہے اور ناک چھیدنا ثابت نہیں بلانق تو بہت ہی برا معلوم ہوتا ہے۔

خواجہ صاحب نے پوچھا میں اپنی لڑکی کے نان کان چھدواؤں یا نہیں؟

فرمایا: جائز تو ہے اور یہ بات بھی قابل غور (اور قابل لحاظ) ہے کہ بڑے ہوکر خود اس کو یہ حسرت نہ ہو کہ میرے ناک، کان کیوں نہ چھدے۔

(حسن العزیز ۴/۳۰۵)

چھوٹے بچوں کو چھیڑنے کا حکم

لڑکوں کو چھیڑنے کے متعلق میں نے یہ سمجھا ہے کہ کبھی تو ان کو واقعی (اس چھیڑ چھاڑ سے قلبی) تکلیف ہوتی ہے تو ایسا چھیڑنا تو جائز نہیں (خواہ ماں باپ ہی کیوں نہ چھیڑیں) اور کبھی تکلیف نہیں ہوتی اور وہ ناز سے تکلیف ظاہر کرتے ہیں اس میں گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ (حسن العزیز ۱/۷۰۷)

اولاد کے واسطے دعا

ہم کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے سبق لینا چاہئے کہ انہوں نے جہاں اپنی اولاد کے لیے دنیاوی نفع کی دعا کی ہے۔

وَارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ.

اور روزی دے اس کے رہنے والوں کو پھلوں کی قسم سے ان لوگوں میں سے جو

ایمان لائے اللہ پر اور قیامت کے دن پر۔

وہاں اس دینی نفع کی بھی دعا ہے ''رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِیۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِنۡهُمۡ''۔

ترجمہ: اے پروردگار ہمارے، بھیج ان میں ایک رسول انہی میں کا۔

ابراہیم علیہ السلام نے جیسے دنیا کے لیے دعا کی ایسے ہی آخرت کے لیے بھی دعا کی۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ذریت کے لیے جو دعا کی اس سے گویا ہم کو یہ سبق سکھلایا کہ اپنی اولاد کے لیے دنیا سے زیادہ اہتمام دین کا کرنا چاہئے، اور اولاد عام ہے، اولاد حقیقی ہو یا مذہبی بلکہ اولاد حقیقی بھی جب ہی اولاد ہوتی ہے جب کہ اتباع کرے۔ انبیاء کی اولاد بھی وہی مقبول ہے جو انبیاء کی پیروی کرتی ہو (انبیاء کے نقش قدم پر چلتی ہو)۔

اب ہم کو سبق لینا چاہئے اور دیکھنا چاہئے کہ ہم کہاں تک اپنی اولاد کے حق میں ابراہیم علیہ السلام کے طریقے پر چلتے ہیں۔

میں یہ نہیں کہتا کہ لوگ اپنی اولاد کے حقوق ادا نہیں کرتے، لیکن یہ ضروری ہے کہ زیادہ توجہ محض دنیا پر ہے، اس کی زیادہ کوشش ہوتی ہے کہ اولاد چار پیسے کمانے کے قابل ہو جائے، اور جب اس قابل بنا دیتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ ہم ان کے واجب حقوق ادا کر چکے، آگے اپنی اصلاح یہ خود کر لیں گے، اور وجہ اس کی زیادہ تر یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں سے دین کی وقعت بالکل نکل گئی ہے، اس لیے ہمہ تن دنیا پر جھک پڑے ہیں۔ (ضرورۃ الاعتناء بالدین ص:۳۱۱، ملحقہ دین و دنیا)

اولاد کے نیک ہونے اور بری اولاد سے بچنے کی اہم دعائیں

۱- رَبِّ اجۡعَلۡنِیۡ مُقِیۡمَ الصَّلاۃِ وَمِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ رَبَّنَا وَتَقَبَّلۡ دُعَآءِ.

اے میرے رب مجھے اور میری نسل کو بھی نماز قائم کرنے والا بنا دے۔

۲- رَبَّنَا هَبۡ لَنَا مِنۡ اَزۡوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعۡیُنٍ وَاجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِیۡنَ اِمَامًا.

اے ہمارے رب ہماری بیویوں اور اولاد کی طرف سے ہمیں آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرمایئے، اور ہم کو متقیوں کا مقتداء کر دیجئے۔

۳- اَللّٰهُمَّ اَصۡلِحۡ لِیۡ فِیۡ ذُرِّیَّتِیۡ اِنِّیۡ تُبۡتُ اِلَیۡکَ وَاِنِّیۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ.

اور صلاحیت دے میری اولاد میں، میں نے تیری طرف رجوع کیا، اور میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

۴- اَللّٰهُمَّ بَارِکۡ لِیۡ فِیۡ اَزۡوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا وَتُبۡ عَلَیۡنَا اِنَّکَ اَنۡتَ التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ.

اے اللہ برکت دے ہماری بیبیوں میں اور ہماری اولاد میں اور ہماری توبہ قبول کر، کیونکہ تو ہی توبہ قبول کرنے والا ہے۔

۵- اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُکَ مِنۡ صَالِحِ مَا تُؤۡتِیۡ النَّاسَ مِنَ الۡمَالِ وَالۡاَهۡلِ، وَالۡوَلَدِ غَیۡرَ ضَالٍّ وَّلَا مُضِلٍّ.

اے اللہ میں تجھ سے اچھی چیز کا سوال کرتا ہوں جو تو لوگوں کو دے مال ہو یا بیوی، یا اولاد کہ نہ گمراہ ہوں اور نہ گمراہ کرنے والے۔

۶- اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُ بِکَ مِنۡ وَّلَدٍ یَکُوۡنُ عَلَیَّ وَبَالاً۔

اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں ایسی اولاد سے جو مجھ پر وبال ہو۔

(مناجات مقبول)

باب (۸)

تربیت کا بیان

اولاد کو نیک بنانے کی پہلی منزل

بچے پر ماں باپ کے اخلاق وعادات کا اثر

بچے اکثر ماؤں کی گود میں پلتے ہیں جو مرد ہونے والے ہیں، اور ان پر ماؤں کے اخلاق و عادات کا بڑا اثر ہوتا ہے، حتیٰ کہ حکماء کا قول ہے کہ جس عمر میں بچہ عقل ہیولانی کے درجہ سے نکل جاتا ہے تو گو وہ اس وقت بات نہ کر سکے، مگر اس کے دماغ میں ہر بات اور ہر فعل نقش (جم) ہو جاتا ہے اس لیے اس کے سامنے کوئی بات بھی بیجا اور نازیبا نہ کرنی چاہئے۔

بلکہ بعض حکماء نے یہ لکھا ہے کہ بچہ جس وقت ماں کے پیٹ میں جنین ہوتا ہے اس وقت بھی ماں کے افعال کا اثر اس پر پڑتا ہے، اس لیے حکماء الٰہی نے یہ کہا ہے کہ ماں کو لازم ہے کہ حمل کے زمانہ میں نہایت تقویٰ وطہارت سے رہے، کیونکہ حمل کی حالت میں بھی اس کے افعال کا اثر جنین (بچہ) پر ہوتا ہے۔

(التبلیغ ۱۴/۱۶۴، الاستماع والاتباع)

ایک حکایت

اس کے متعلق ایک حکایت سنی ہے گو کتابی نہیں ہے لیکن سمجھانے کے واسطے اس کو بطور مثال کے بیان کرتا ہوں وہ یہ کہ ایک مرد وعورت بہت نیک تھے، مگر ان کے بچہ نہ ہوتا تھا، بڑی دعاؤں اور امیدوں کے بعد حمل ٹھہرا اور بچہ کی امید ہوئی، تو دونوں نے عہد کیا کہ دونوں زمانہ حمل میں احتیاط وتقویٰ سے رہیں، مرد نے بھی بہت احتیاط کی، تاکہ اس کے افعال کا اثر عورت پر نہ پڑے، اور اس عورت کا اثر جنین (بچہ) پر نہ پڑے، چنانچہ بڑی احتیاط کے بعد بچہ پیدا ہوا اور اس میں نیکی وصلاح کے آثار ظاہر تھے، جیسے جیسے بڑھتا گیا نیکی کے آثار نمایاں ہوتے گئے۔

ایک مرتبہ وہ ہوشیار ہو کر باپ کے ساتھ بازار جا رہا تھا کہ ایک کنجڑے کے ٹوکرے میں سے ایک بیر اٹھا کر کھا لیا، مرد کو حیرت ہوئی کہ یہ بات اس میں کہاں سے آئی، گھر آ کر تلوار نکال لی اور بیوی سے دھما کر پوچھا کہ بتلاؤ اس میں یہ عیب کہاں سے آیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ تو نے حمل کے زمانہ میں کسی کی چوری کی ہے، عورت نے کہا کہ تلوار کو نیام میں کر،، میں سوچ کر بتلاوں گی، پھر سوچ کر بتلا دیا کہ ہاں ہمارے پڑوسی کی بیری کی ایک شاخ ہمارے گھر میں لٹک رہی ہے اس سے ایک بیر توڑ کر میں نے کھا لیا تھا، کیونکہ میں نے غلطی سے اس کو چوری نہیں سمجھا۔

جب جنین (یعنی ماں کے پیٹ میں بچہ) پر ہماری حرکتوں کا اثر ہوتا ہے تو ہوشیار بچوں کی طبیعت پر کیوں نہ اثر ہوگا، گو وہ بات نہ کر سکتے ہوں مگر اثر ہر بات کا لیتے ہیں اس واسطے اولاد کی اصلاح کے لیے عورتوں کی تعلیم کا اہتمام نہایت ضروری ہے۔

(التبلیغ وعظ الاستماع والاتباع ۱۴/۱۶۶)

پس اولاد نیک ہونے کے لیے پہلا درجہ تو یہ ہے کہ والدین خود نیک بنیں۔

(حقوق البیت ص: ۵۶)

اولاد کو نیک بنانے کا دوسرا درجہ

دوسرا درجہ یہ ہے کہ اولاد کے پیدا ہونے کے بعد اس کے سامنے بھی کوئی بیجا حرکت نہ کریں، اگرچہ وہ بالکل ناسمجھ بچہ ہو، کیونکہ حکماء نے لکھا ہے کہ بچہ کے دماغ کی مثال پریس جیسی ہے کہ جو چیز اس کے سامنے آتی ہے وہ دماغ میں منقش ہوجاتی ہے پھر جب اس کو ہوش آتا ہے تو وہی نقوش اس کے سامنے آجاتے ہیں، اور وہ ایسے ہی کام کرنے لگتا ہے جیسے اس کے دماغ میں پہلے ہی سے منقش تھے۔

غرض یہ مت سمجھو کہ یہ تو ناسمجھ بچہ ہے یہ کیا سمجھے گا یاد رکھو جو بھی کام تم اس کے سامنے کروگے ان سے اس کے اخلاق پر ضرور اثر پڑے گا۔ (حقوق البیت ص:۵۶)

حکماء نے لکھا ہے کہ دودھ پیتا بچہ جو کچھ بھی سمجھ نہیں رکھتا اس کے سامنے بھی نامناسب کام نہ کرے تاکہ اس کے متخلیہ (دل و دماغ) پر ان افعال کا اثر نہ ہو، بلکہ یہاں تک لکھا ہے کہ جنین (ماں کے پیٹ میں بچہ) میں ہونے کی حالت میں بھی ماں کو اچھے اور پاکیزہ خیال رکھنا چاہئے۔ اس کا بھی اثر پڑتا ہے۔

(الاشرف ص:۸۲، ماہ رمضان ۱۳۰۴ھ)

اصلاح کا افضل طریقہ یہ ہے کہ جو کام دوسروں سے کرانا چاہتے ہو ان کو خود کرنے لگو۔ (حسن العزیز ۲/۳۹)

شروع عمر میں بچہ کی تربیت و نگرانی کی زیادہ ضرورت ہے

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ابتدائے (شروع) عمر میں بچوں کو سمجھ ہی کیا ہوتی ہے جو وہ اچھی بری بات کا اثر لیں، بچپن میں ان کی تربیت کرنے والا (پڑھانے والا) خواہ کیسا اور کوئی بھی ہو، سمجھ آجانے کے بعد کسی نیک آدمی کے پاس ان کو رکھنے کی ضرورت ہونی چاہئے۔

سو خوب سمجھ لیجئے کہ یہ خیال غلط ہے بچپن میں جب کہ بچہ دودھ پیتا ہے، اس وقت بھی اس کے دماغ میں اخذ کا مادہ ہوتا ہے، (یعنی کسی بات کا اثر قبول کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے) گو وہ زبان سے کچھ نہ کہہ سکے۔ اور اس کی مثال ایسی ہوتی ہے کہ جیسے فوٹوگرافر کی تم جو کچھ کہتے ہو وہ سب اس میں جاکر محفوظ و منقش ہوجاتا ہے، گو اس وقت آواز نہ نکلے، لیکن جس وقت ان نقوش پر سوئی چلے گی وہ سب باتیں اس میں بعینہ نکلیں گی۔

یہی حال بچوں کے دماغ کا ہے کہ ابتدائے عمر میں بھی وہ سب باتوں کو اخذ کرکے محفوظ کرلیتا ہے گو اس وقت ان پر عمل نہ کرسکے، یا زبان سے ظاہر نہ کرسکے، پھر جب اس میں بولنے اور عمل کرنے کی پوری قوت ہوجاتی ہے، تو پہلی باتوں کے آثار اس سے ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ (الکمال فی الدین للنساء ص:۶۳)

ایک عقلمند تجربہ کار کا قول

چار پانچ سال کی عمر میں بچہ میں اچھی یا بری عادتیں پختہ ہوجاتی ہیں، ایک تجربہ کار کا مقولہ ہے کہ بچوں کی اصلاح کا وقت پانچ سال تک ہے، اس مدت میں جتنے اخلاق اس میں پختہ ہونے ہوتے ہیں پختہ ہوجاتے ہیں اس کے بعد اس میں پھر کوئی عادت پختہ نہیں ہوتی۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہم جس زمانہ کو ناسمجھی کا زمانہ خیال کرتے ہیں وہی وقت بچوں کی اصلاح کا ہے اور بچے اسی زمانہ میں سب کچھ اخذ کرلیتے ہیں۔ (یعنی حاصل کرلیتے ہیں)۔ (الکمال فی الدین للنساء ص:۶۴)

سب سے بڑے بچہ کی اصلاح و تربیت کی زیادہ ضرورت

ایک مسماۃ نے بیان کیا کہ بچوں کی اصلاح کا سہل طریقہ یہ ہے کہ سب سے

پہلے بچہ کی پورے طور پر تربیت کر دی جائے، پھر سارے بچے اسی جیسے اٹھیں گے، جیسے کام کرتا ہوا اس کو دیکھیں گے اگلے بچے (یعنی اس کے چھوٹے بھائی بہن) بھی وہی کام کریں گے اور اسی کی عادتیں اور خصلتیں سیکھ لیں گے۔

(الکمال فی الدین للنساء، ملحقہ حقوق الزوجین ص:۶۴)

اولاد کو نیک بنانے کا تیسرا درجہ

تعلیم وتربیت اور اچھی عادتیں سکھانے کی ضرورت

تیسرا درجہ یہ ہے کہ جب بچہ بڑا ہو جائے تو اس کو تعلیم دین سکھاؤ، اور خلاف شریعت کاموں سے بچاؤ، اور نیک لوگوں کی صحبت میں رکھو، بُرے لوگوں کی صحبت سے بچاؤ، غرض جس طرح بزرگوں نے لکھا ہے اس طرح بچوں کی تعلیم کا اہتمام کرو، بعض عورتیں اس میں بہت کوتاہی کرتی ہیں، اور بچوں کے اخلاق کی درستگی زیادہ تر عورتوں ہی کے اہتمام کرنے سے ہوسکتی ہے کیونکہ بچے شروع میں زیادہ تر عورتوں ہی کے پاس رہتے ہیں اولاد کے یہ حقوق صرف عورتوں ہی کے ذمہ نہیں بلکہ مردوں کے ذمہ بھی ہیں۔ (حقوق البیت ص:۵۶)

اکثر لوگ بچپن میں تربیت کا اہتمام نہیں کرتے یوں کہہ دیتے ہیں کہ ابھی تو بچے ہیں، حالانکہ بچپن ہی کی عادت پختہ ہوجاتی ہے، جیسی عادت ڈالی جاتی ہے وہ اخیر تک رہتی ہے، اور یہی وقت ہے اخلاق کی درستگی اور خیالات کی پختگی کا، بچپن کا علم ایسا پختہ ہوتا ہے کہ کبھی نہیں نکلتا، الا ماشاء اللہ۔ چنانچہ بچہ شروع میں ماں باپ کی گود میں رہتا ہے، اور انہیں کو ماں باپ سمجھتا ہے، بعد میں اگر کوئی شک ڈالے کہ یہ تمہارے باپ نہیں ہیں خواہ کتنے ہی لوگ شک ڈالنے والے ہوں تو کبھی شک نہ ہوگا، یہ ہے بچپن کے خیالات کی پختگی۔ (حسن العزیز ۳/۱۷۷)

باب (۹)

تعلیم وتربیت کے طریقے

بچوں کی تعلیم وتربیت کے مدارج اور اس کے طریقے

اصل ضرورت علم دین کی ہے اب میں اس کی فہرست بتلاتا ہوں۔

۱- سب سے پہلے بچہ کو کلمہ شریف سکھا دو، خواہ ایک ہی کلمہ ہو جس کو عورتیں بہت آسانی سے سکھا سکتی ہیں۔

۲- نیز بچہ کو احکام کی زبانی تعلیم بھی دیتی رہو، مثلاً اللہ تعالیٰ سے دعاء مانگنا، اور یہ بتلانا کہ اللہ تعالیٰ ہی رزق دیتے ہیں، اور خدا تعالیٰ کی جو صفات ہیں وہ بتلاؤ، مثلاً سب چیزوں کو انہوں نے پیدا کیا وہی جلاتے ہیں، ان کو تمام چیزوں کی خبر ہے۔

اگر بچہ شرارت کرے تو کہو کہ اللہ میاں خفا ہوں گے، اور جو علوم ان کے مناسب ہیں عورتیں ان کے ذہن میں خوب ڈال سکتی ہیں، بار بار کہتے رہنے سے بچہ کو یقین ہو جائے گا، کہ خدا تعالیٰ کو سب چیزوں کی خبر ہے عورتوں کو چاہئے کہ ان کے خیالات درست کریں۔

۳- اس کے بعد جب ان کو اور ہوش ہو تو چھوٹی چھوٹی سورتیں قرآن شریف کی یاد کرا دیں۔

۴- جب سات برس کے ہوں تو نماز پڑھنے کا طریقہ بتلا دیں اور دس برس کی عمر میں مار کر پڑھوائیں، لیکن اب تو نماز کے بارے میں کوئی بھی کچھ نہیں کہتا، اگر کوئی بچہ امتحان میں فیل ہو جائے تو اس پر افسوس ہوتا ہے لیکن اگر نماز سال بھر تک نہ پڑھے تو ذرا بھی افسوس نہیں ہوتا، اسلام زبان حال سے شکایت کر رہا ہے کہ افسوس میری طرف بالکل توجہ نہیں رہی۔

میں تم کو غیرت دلاتا ہوں یہ بتلائیے کہ اس کی حفاظت آپ کے ذمہ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کیوں نہیں کی جاتی؟ کیا یہود و نصاریٰ اس کی حفاظت کریں گے؟ یا ہندو مجوس اس کی حمایت کریں گے، جب اپنے سامان کی مالک ہی حفاظت نہ کرے تو اور کون کرے گا؟

الغرض بچوں کی تعلیم کی ابتداء نماز سے کی جائے اور اس کو عادت ثانیہ بنایا جائے۔ جب بچہ دس برس کا ہو جائے اور نماز نہ پڑھے تو اس کو مارو پیٹو، غرض بچپن ہی میں نماز کا طریقہ تعلیم کر دو۔

۵- جب سیانا ہو جائے لڑکا ہو یا لڑکی، اس کو علم دین پڑھائیں، قرآن شریف پڑھائیں، اگر قرآن شریف پورا نہ ہو تو ایک ہی منزل پڑھا دی جائے، اخیر کی طرف سے پڑھا دیں اس کی چھوٹی چھوٹی سورتیں نماز میں کام آئیں گی، نیز قرآن شریف کے پڑھنے میں ہر حرف پر دس دس نیکیاں ملتی ہیں۔

(الغافلات العاقلات ص:۳۲۱-۳۲۳)

نماز روزہ اور اچھی عادتیں سکھلانا عورتوں پر لازم ہے

بعض عورتیں اگر خود نماز پڑھتی ہیں تو وہ اپنے بچوں اور ماماؤں (نوکرانیوں) کو نماز کے واسطے نہیں کہتیں، بچوں کی پرورش زیادہ تر ماماؤں کی آغوش میں ہوتی ہے، لہٰذا ان کو اخلاق حسنہ سکھلانا اور نماز وغیرہ کی تعلیم دینا عورتوں کے ذمہ ضروری ہے

اس میں ہرگز غفلت نہ کریں۔

جب بچہ سات برس کا ہو جائے اس وقت سے نماز کی تاکید شروع کر دیں اور جب دس سال کا ہو جائے تو مار پیٹ کر نماز پڑھائیں .... اطباء نے لکھا ہے کہ اچھے اخلاق اور نیک اعمال کا اثر صحت پر بھی اچھا ہوتا ہے۔ جس بچہ کو نیک کاموں کی عادت ہوگی اس کی صحت بھی عمدہ ہوگی، عورتوں کو بچوں کی صحت کا بہت خیال ہوتا ہے، اس لیے میں نے یہ فائدہ بھی بتلا دیا، اگر کسی کو دین کا خیال نہ ہو تو صحت ہی کا خیال کر کے بچوں کو نماز وغیرہ کی تاکید کرتی رہیں۔

اسی طرح ماماؤں (نوکرانیوں) کو بھی نماز کی تاکید کرنی چاہئے، چونکہ وہ تمہاری ماتحت ہیں، اگر تم ان کو دھمکاؤ گی تو ضرور اثر ہوگا۔ اور اس میں سستی کرنے سے تم پر بھی مواخذہ ہوگا کہ تم نے قدرت کے ہوتے ہوئے کیوں سستی کی، بلکہ جس نوکرانی کو مقرر کرو، اس سے یہ شرط کر لیا کرو، کہ تم کو پانچوں وقت کی نماز پڑھنا ہوگی۔ جس گھر میں ایک شخص بھی بے نمازی ہوتا ہے اس گھر میں نحوست برستی ہے۔ عورتوں کو اس کی طرف بالکل توجہ نہیں۔ (الکمال فی الدین للنساء ص:۱۰۵)

سات ہی برس میں نماز پڑھنے کی عادت ڈلوانا چاہئے

فرمایا ایک مرتبہ مجھے خیال ہوا کہ حدیث میں جو آیا ہے ''مُرُوْا صِبْیَانَکُمْ بِالصَّلٰوۃِ اِذَا بَلَغُوْ سَبعًا '' (جب بچے سات برس کے ہو جائیں تو ان کو نماز کا حکم دو اس حکم میں) سبعًا (سات برس) کی قید آسانی کے لیے لگا دی ہے، ورنہ یہ قید ضروری نہیں۔ بلکہ جب بچہ ہوش والا ہو جائے اس کو نماز پڑھوانا چاہئے، اگرچہ سات سال سے کم ہو، یہ خیال کر کے میں نے مدرسہ میں حافظ صاحب سے جو بچوں کو پڑھاتے ہیں، ان سے کہا کہ سب لڑکوں سے نماز پڑھوائی جائے خواہ ان کی عمر سات

برس ہو یا اس سے کچھ کم۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، نماز کے بعد معلوم ہوا کہ ایک لڑکے نے جس کی عمر سات برس سے کم تھی جاءنماز پر پیشاب کر دیا۔

اس وقت سات سال کی تشریع (قید کی) حکمت معلوم ہوئی اور یہ سمجھ میں آیا کہ اس سے پہلے اچھے برے کی تمیز نہیں ہوتی، واقعی شرعی احکام ایسے ہیں کہ ان کے خلاف کرنے سے جب نقصان سامنے آتا ہے تب ان کی تشریع کی وجہ (اور حکمت) معلوم ہوتی ہے۔

اور اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح گناہ کے کام کرنے میں مفاسد ہیں اسی طرح طاعات میں شریعت سے آگے بڑھنے میں بھی مفاسد ہیں۔

(ملفوظات حکیم الامت دعوات عبدیت ۱۴/۸۴)

بچوں کو روزہ رکھوانے کے متعلق کوتاہی

بعض لوگ خود تو روزہ رکھتے ہیں لیکن بچوں سے (ان کے روزہ رکھنے کے قابل ہونے کے باوجود) ان سے روزہ رکھوانے کی پرواہ نہیں کرتے، اور بعض لوگ ان کے نابالغ ہونے کو دلیل سمجھتے ہیں لیکن خوب سمجھ لیا جائے کہ بالغ نہ ہونے سے بچوں پر واجب نہ ہونا تو لازم آتا ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بچوں کے اولیاء پر بھی ان سے روزہ رکھوانا واجب نہ ہو۔

جس طرح نماز کے لیے بالغ نہ ہونے کے باوجود ان کو نماز کی تاکید کرنا بلکہ مارنا ضروری ہے اسی طرح روزہ کے لیے بھی حکم ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ نماز میں (سات برس) عمر کی قید ہے اور روزہ میں قوت برداشت پر مدار ہے (یعنی جب روزہ کی تکلیف برداشت کرنے کی قابلیت وطاقت آجائے تو روزہ رکھوانا واجب ہے)۔

اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ایک دم سے کسی کام کا پابند ہونا دشوار ہوتا ہے اگر بالغ ہونے کے بعد ہی تمام احکام شروع ہوں تو اس پر اک دم سے بار پڑ جائے گا، اس لیے

شریعت نے پہلے ہی سے آہستہ آہستہ اعمال کا عادی بنانے کا قانون مقرر کیا تاکہ بالغ ہونے کے بعد دشواری نہ ہو، اس قانون کی تنفیذ (یعنی اس پر عمل کرانا) سرپرستوں پر لازم کیا گیا۔ اگر سرپرستوں پر یہ واجب نہ ہو تو اس قانون کا کوئی فائدہ ہی نہ ہوگا۔ (اصلاح انقلاب ۱/۱۳۰)

بہت چھوٹے بچوں کو روزہ رکھوانے میں ظلم وزیادتی

بعض لوگوں کو بہت چھوٹے کم سمجھ ناتواں بچہ کو روزہ رکھوانے کا شوق ہوتا ہے کچھ تو خود اس روزہ رکھوانے کا فخر ہوتا ہے اور کچھ روزہ کشائی میں حوصلہ نکالنے (یعنی بچہ کے افطار کی خوشی میں دعوت کرنے) کا ارمان ہوتا ہے اول تو اس کی بنیاد ہی فاسد ہے۔ اور پھر اس میں ایسے حالات پیدا ہوجاتے ہیں (مثلاً ریاکاری شہرت وغیرہ) کہ گناہ میں اضافہ ہوتا ہے۔

عبرت ناک واقعہ

مجھ کو ایک جگہ کا قصہ معلوم ہے کہ اسی طرح ایک بچہ کو روزہ رکھوایا اور اپنا نام اونچا کرنے کے لیے روزہ کشائی (یعنی روزہ کھولنے کی دعوت) کا بہت زیادہ اہتمام کیا گرمی کے بڑے سخت دن تھے، عصر کے وقت تو بچہ نے جوں توں کر کے کھینچا پھر آخر برداشت نہ ہوا، اور صبر نے جواب دے دیا، ٹھنڈے پانی کے مٹکے بھرے رکھے تھے، برف گھولنے کا سامان ہو رہا تھا، اس سارے سامان نے آگ بھڑکا دی، بیچارہ بچہ ایک ایک سے پانی کے لیے خوشامد کرتا تھا، لیکن اگر پانی دیتے تو دعوت کا سارا سامان بیکار جاتا، اپنا سامان بچانے کے لیے پانی کو جواب دے دیا، آخر بچہ سخت بیتاب ہو کر دوڑ کر ایک مٹکے سے جا کر لپٹ گیا، اور محبوب سے ملتے ہی روح نے جسم کو چھوڑ دیا، اس کی نعش زبان حال سے کہہ رہی تھی کہ لو بھئی! تمہارا سامان مبارک ہو ہم

اپنی جان تمہارے سامان پر فدا کرتے ہیں............ کسی قدر حسرت ناک ماجرا ہے یہ نتیجہ ہے غلو اور زیادتی کا کیا اس ہلاکت اور قتل کی نسبت ان ظالموں کی طرف نہ ہوگی؟

(اصلاح انقلاب ۱/۱۳۲)

مکتب یعنی بسم اللہ کی رسم کا بیان

ایک بسم اللہ کی رسم ہے جو بڑے اہتمام اور پابندی کے ساتھ لوگوں میں جاری ہے۔

۱- چار برس چار مہینے چار دن کا ہونا اپنی طرف سے مقرر کرلیا ہے جو بالکل بے اصل ہے پھر اس کی اتنی پابندی کہ چاہے جو کچھ ہو جائے، اس کے خلاف نہ ہونے پائے۔ اور جاہل لوگ تو اس کو شریعت ہی کی بات سمجھتے ہیں جس کی وجہ سے عقیدہ میں خرابی اور شریعت میں ایک حکم کا اضافہ کرنا لازم آتا ہے۔

۲- دوسری خرابی مٹھائی بانٹنے کی بے حد پابندی ہے کہ جس طرح بھی ہو سکے جبراً قہراً ضرور کرو، ورنہ بدنام ہو، پھر شہرت اور دکھلاوے کے لیے اور واہ واہ سننے کے لیے کرنا یہ الگ گناہ ہے۔

۳- بعض لوگ بچہ کو اس وقت خلاف شرع لباس پہناتے ہیں یہ بھی گناہ ہے۔

مناسب طریقہ یہ ہے کہ جب لڑکا بولنے لگے اس کو کلمہ سکھلاؤ، پھر کسی دیندار بزرگ کی خدمت میں لے جا کر بسم اللہ کہلا دو اور اس نعمت کے شکریہ میں اگر دل چاہے تو بغیر کسی پابندی کے جو توفیق ہو چھپا کر خدا کی راہ میں کچھ خیر خیرات کردو، لوگوں کو دکھلا کر ہرگز مت کرو۔

اور اسی کے قریب قرآن شریف ختم ہونے کے بعد کی رسمیں ہوتی ہیں، اور ان میں بھی بہت سی غیر ضروری باتوں کی پابندی کی جاتی ہے اور بہت سی باتیں ناموری کے لیے کی جاتی ہیں جیسے مہمانوں کو جمع کرنا کسی کو جوڑے دینا۔ (اصلاح الرسوم ۱/۴۲، بہشتی زیور ۶/۳۰۸)

بچوں کو تعلیم کس عمر سے دلانا چاہیئے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے زیادہ ضروری چیز کے لیے یعنی نماز کے لیے سات برس قرار دیئے ہیں تو میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ یہی عمر پڑھنے کے لیے بھی مناسب ہے۔

البتہ زبانی تعلیم اور (دعائیں وغیرہ) یاد کرادینا یہ پہلے سے بھی جاری رکھے، اور چار برس اور چار مہینے اور چار دن تجویز کرکے لوگوں نے اپنی طرف سے رسم مقرر کرلی ہے، شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں۔ (ملفوظات کمالات اشرفیہ ص: ۲۰۱)

بچوں کی تعلیم کا طریقہ

☆ جب بچہ سیانا ہو جائے اس کو نماز کی سورتیں اور دعائیں زبانی یاد کرائے اور نماز پڑھائے، اور لڑکی ہو تو اس کو پردہ میں بٹھائے۔

☆ اور جب پڑھنے کے قابل ہو جائے تو اس کو کسی ایسے مکتب میں جس کا استاذ شفیق اور دیندار ہو، بٹھلا دے، اور لڑکی ہو تو زنانہ مکتب میں بٹھلا دے، مگر جو آج کل زنانہ اسکول ایجاد ہوئے ہیں ان کی آب و ہوا (ماحول) اچھی نہیں ان سے بچائے۔

☆ سب سے پہلے بچہ کو قرآن شریف پڑھوائے، اگر دماغ متحمل ہو تو حفظ کرانا افضل ہے، ورنہ ناظرہ ہی سہی، مگر صحیح قرآن پڑھنے والے سے پڑھوائے۔

☆ اگر قرآن حفظ کرائے تو قرآن پورا ہونے کے بعد اور اگر ناظرہ پڑھوائے تو نصف قرآن کے بعد ایک ایک سبق دینی کتابوں کا شروع کرادے، اور ان اسباق کے ساتھ تھوڑا سا وقت نکال کر بقدر ضرورت کچھ حساب، املاء وانشاء کی بھی مشق ضروری کرادی جائے، کہ ان چیزوں سے دین میں بھی مدد ملتی ہے۔

☆ اگر اللہ تعالیٰ فراغت دے تو عربی کی تعلیم بھی کرا دے، (یعنی عالم بنا دے) کیوں کہ اس زمانہ میں اس کی بڑی سخت ضرورت ہے، ورنہ کوئی حلال اور طیب (پاکیزہ) پیشہ کسب معاش کے لیے سکھلا دے تا کہ پریشانی سے ہمیشہ محفوظ رہے۔

☆ سیانے لڑکوں کو علماء و مشائخ کی مجلس میں اپنے ساتھ لے جایا کریں، کہ ان حضرات کی صحبت و توجہ کی برکت دین و طاعت میں پختگی کا ذریعہ ہے۔

(اصلاح انقلاب ۲/۲۰۵)

بچوں کی تعلیم سے متعلق ضروری ہدایات

۱- پڑھنے میں بچہ پر بہت محنت نہ ڈالے، شروع میں ایک گھنٹہ پڑھنے کا مقرر کرے پھر دو گھنٹے پھر تین گھنٹے، اسی طرح اس کی صحت و طاقت کے مطابق اس سے محنت لیتا رہے، ایسا نہ کرے کہ سارا دن پڑھاتا رہے، ایک تو تھکن کی وجہ سے بچہ جی چرانے لگے گا، پھر زیادہ محنت سے دل و دماغ خراب ہو کر ذہن اور حافظہ میں فتور آ جائے گا، اور بیماروں کی طرح سست رہنے لگے گا، پھر پڑھنے میں جی نہ لگائے گا۔

۲- معمولی چھٹیوں کے سوا سخت ضرورت کے بغیر بار بار چھٹی نہ دلوائیں۔

۳- جہاں تک میسر ہو جو علم و فن سکھائیں، ایسے آدمی سے سکھلائیں جو اس میں پورا عامل اور کامل ہو، بعض آدمی سستا معلم (استاذ) رکھ کر اس سے تعلیم دلواتے ہیں، شروع ہی سے طریقہ بگڑ جاتا ہے پھر درستگی مشکل ہو جاتی ہے۔

۴- آسان سبق ہمیشہ تیسرے پہر کے وقت مقرر کریں، اور مشکل سبق صبح کو کیونکہ اخیر وقت میں طبیعت تھکی ہوئی ہوتی ہے مشکل سبق سے گھبرائے گی۔

۵- بچوں کو خصوصاً لڑکی کو پکانا اور سینا ضرور سکھلاؤ۔ (بہشتی زیور ۱۰/۱۵)

ہندی انگریزی تعلیم سے پہلے بچہ کو قرآن اور دینی تعلیم

سب سے پہلے مسلمان بچہ کو قرآن پڑھانا چاہئے، کیونکہ تجربہ ہے کہ تھوڑی عمر میں علوم حاصل کرنے کی استعداد تو ہوتی نہیں تو قرآن مفت پڑھ لیا جاتا ہے ورنہ وہ وقت بیکار ہی جاتا ہے۔

(اسی لیے ضروری ہے کہ) دینی تعلیم ہونا چاہئے، خواہ اردو میں ہو یا عربی میں، مگر انگریزی سے پہلے ہو کیونکہ پائدار نقش پہلی چیز کا ہوتا ہے یہ مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ آنکھ کھولتے ہی انگریزی میں ان کو لگا دیا جائے، اول تو قرآن شریف پڑھاؤ، اگر پورا نہ ہو تو دس پارے ہی سہی اور اس کے ساتھ ہی روزانہ تلاوت کا بھی اہتمام رکھو۔ اور اس کے بعد کچھ رسالے دینی مسائل کے اگرچہ اردو ہی میں ہوں ان کو کسی عالم سے پڑھواؤ، اور اس کے ساتھ ہی اگر دین کے خلاف کوئی بات پیدا ہو تو فوراً تنبیہ کرو، اگر باز نہ آئے تو انگریزی چھڑا دو۔ (دعوات عبدیت ۶/۱۳۹)

لڑکیوں کو علم دین سکھانے اور آخرت کی طرف متوجہ کرنے کی ضرورت

عورتوں میں تو عام رواج ہے کہ پڑھنے پڑھانے کو کچھ چیز ہی نہیں سمجھتیں، جس کی طبیعت بچپن سے جس طرف کو چل جائے اسی طرح چھوڑ دی جاتی ہے۔

کیوں بہنو! اپنی لڑکیوں کو کھانا پکانا، سینا پرونا، کیوں سکھاتی ہو، ان کاموں میں بھی ان کو اپنی طبیعت پر چھوڑ دو، پھر دیکھو بڑے ہو کر کیا لطف آتا ہے، ان کو اپنی زندگی کاٹنا دشوار ہو جائے گی، حالانکہ دنیا کی زندگی بہت محدود (تھوڑے دن کی) ہے فرض کر لو، سو برس جئے گی، اگر کھانا پکانا سینا پرونا نہ بھی جانتی ہو گی، تو عزت و آرام سے

نہیں تکلیف وذلت ہی سے کسی طرح اس عمر کو کاٹ ہی لے گی، لیکن آخرت کی زندگی وہاں کے کام سیکھے بغیر نہ کٹے گی کیونکہ وہ دائمی ہے جب تم دنیا کی چندروزہ زندگی کے لیے اتنے ہنر سکھانے کی ضرورت سمجھتی ہوتو............غیر محدود زندگی کے لیے ہزاروں ہنروں کی ضرورت ہونی چاہیے۔

مگر افسوس ہے کہ ہزاروں کی جگہ سیکڑوں بھی نہیں بلکہ اتنے بھی نہیں جتنے کہ دنیا کے لیے سکھلائے جاتے ہیں، آخرت کے بارے میں لڑکیوں کو بالکل آزاد چھوڑ دیا جاتا ہے۔

اس کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ عورتوں کو ایسی دینی کتابیں پڑھایئے جن میں ان کی دینی ضروریات کو لکھا گیا ہے، اور ان کو تھوڑا تھوڑا پڑھایئے ان کے ہاتھ میں کتاب دے کر بے فکر نہ ہوجایئے، عورتیں اکثر کم فہم ہوتی ہیں یا تو کتاب کے مطلب کو سمجھیں گی نہیں یا کچھ کا کچھ سمجھ لیں گی۔

اس کا سہل طریقہ یہ ہے کہ ایک وقت مقرر کر کے گھر کا کوئی مرد عورتوں کو جمع کر کے وہ کتابیں پڑھایا کرے یا اگر وہ پڑھ نہ سکتی ہوں تو ان کو سنایا کرے، مگر صرف ورق گردانی نہ ہو، جو جو مسئلہ ان کو پڑھائے یا سنائے جائیں ان پر عمل کی نگرانی بھی کی جائے، اور محض پڑھنے سے مسئلہ یاد نہیں رہتا بلکہ اس پر عمل کرنے سے خوب ذہن نشین ہوتا ہے۔

اگر کوئی عورت پڑھی ہوئی میسر ہوجائے تو وہی کتاب لے کر دوسری عورتوں کو پڑھائے، یا سکھائے، بہر حال کوئی صورت ہو مگر اس سے غفلت نہ ہونی چاہیے۔

(منازعۃ الہویٰ ملحقہ حقوق الزوجین ص: ۴۳۷-۴۳۸)

گھر والوں کو دینی کتابیں سنانے کا معمول

دینی کتابیں اپنے گھر والوں کو سناؤ، زیادہ نہ ہو تو پندرہ منٹ ہی سہی اور یہ نہ دیکھو کہ کون سنتا ہے کون نہیں، کوئی سنے یا نہ سنے مگر تم اپنا کام کیے جاؤ، گھر میں پڑھنا شروع کردو، اور روز سنایا کرو، اٹھ کر نہ آؤ، خواہ بگڑ بگڑ پڑیں۔

بہت لوگوں نے بیان کیا کہ کتابیں سناتے سناتے اصلاح ہوگئی، کیا اللہ ورسول کا کام کھٹائی سے بھی کم ہے؟ کھٹائی کا تو منہ میں اثر ہو جو ایک حقیر چیز ہے، اس سے تو منہ میں پانی بھر آئے، اور اللہ ورسول کے نام کا اثر نہ ہو، مگر بات یہ ہے کہ کرے کون، کون دقت اٹھائے۔

الغرض کتاب سنانے کو روزمرہ کا وظیفہ سمجھئے، اور کچھ نہیں چار ہی ورق سہی دو ہی سہی، جیسے قرآن شریف کی تلاوت کیا کرتے ہیں۔ اسی طرح دو ورق اس کے بھی پڑھ لیے یا سن لیے اگر پوری عمر بھی اس میں لگا رہنا پڑے تب بھی ہمت کرنا چاہیے ....جب دنیا کی دھن ہے تو دین کی کیوں نہ ہو۔

(العاقلات الغافلات ملحقہ حقوق الزوجین ص: ۳۳۲)

بچوں کی اصلاح وتربیت کا دستور العمل

۱- بچوں کو شروع ہی سے اس کا پابند کیجئے کہ مسجد میں جماعت سے نماز پڑھا کریں۔

۲- اسی طرح بچوں میں بچپن سے یہ بات پیدا کیجئے کہ ان کو مسلمانوں سے اجنبیت نہ ہو ان کو غریبوں سے ملنے جلنے کی تعلیم دیجئے، غریبوں کے ساتھ تعلق رکھنے میں دینوی فائدہ بھی ہے، ان سے ملو گے تو وہ قدر کریں گے، اور امیروں کے ساتھ تعلق رکھنے میں کچھ عزت نہیں ہوتی کیونکہ امراء (مالدار) تو خود ہی اینٹھ مروڑ میں رہتے ہیں، ان کی نظر میں کسی کی وقعت نہیں ہوتی، پس

یہ مادہ بچپن ہی سے پیدا کرو، کہ غریبوں سے نفرت نہ ہو، یہ باتیں بچپن ہی سے پیدا ہوں گی بڑے ہونے کے بعد پھر ذرا دشوار ہے۔

۳- اسی طرح بچوں کو اس کی بھی تاکید کیجئے کہ لباس خلاف شرع نہ پہنیں، دوسری قوموں کی وضع (فیشن) نہ اختیار کریں۔

۴- ایک کام یہ کرو، روزانہ کوئی وقت نکال لو جس میں کسی کام کا کوئی حرج بھی نہ ہو، تو سب سے زیادہ بیکار وقت سونے کا ہے یہی لے لو، بس اس میں سے تھوڑے وقت میں کوئی کتاب دین کی بچہ کو دے دیجئے کہ وہ خود پڑھے یا آپ اس کو پڑھ کر سنائیں کوئی دن اس سے خالی نہ ہو۔

۵- دوسرے یہ کہ کبھی کبھی دو دن چار دن کے لیے جب اسکول کی چھٹی کا زمانہ ہو اہل اللہ کی صحبت اختیار کریں (خواہ کسی بزرگ کے پاس رہ کر یا جماعت میں نکل کر) بلکہ اگر چھٹی کا پورا زمانہ اس میں خرچ نہ کریں تو یوں کریں کہ مثلاً اسکول میں مہینہ بھر کی چھٹی ہوتی ہے اس کے دو حصہ کریں ایک حصہ کھیل کود میں گزاریں اور ایک حصہ اہل اللہ کی صحبت میں۔

خلاصہ یہ ہے کہ روزانہ کا عمل تو یہ ہے کہ کتاب خود پڑھا کریں یا آپ سنایا کریں۔ اور کبھی کبھی کا عمل یہ ہے کہ اہل اللہ کی صحبت اختیار کریں۔

شروع ہی سے اس طریقہ کا التزام کیجئے، بس اس طریقہ کے اندر دو چیزیں ہوئیں۔ ایک یہ کہ اہل اللہ کی صحبت اختیار کریں، دوسرے مسائل دین اور احکام دین کی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھیں، بس اس کا التزام کیجئے اور شروع ہی سے کیجئے، شروع ہی سے کریں گے تو وہ آسانی سے پابند ہو جائیں گے۔

۶- ان سب کے ساتھ ان کے عمل کی بھی نگرانی رکھیں، مثلاً اگر غیبت کریں تو روک دیجئے، اور کہئے کہ یہ بُری چیز ہے، اس سے ان کو نفرت دلائیے، ان سے تکبر کی شان ظاہر ہو تو روک دیجئے، اور بتلائیے کہ اس میں یہ خرابی ہے، جھوٹ بولے تو اس کی خرابی بتلائیے جماعت کی نماز چھوڑنے پر تنبیہ کیجئے، اگر اسکول میں جماعت کی پابندی نہ ہو تو تعطیل (چھٹی) کے زمانہ میں تو ضرور ہو۔

۷- (پھر جب بڑے ہو جائیں تو) عمر کا ایک حصہ سال دو سال ایسا مل جائے کہ اس میں اہل اللہ کی صحبت مسلسل نصیب ہو جائے، تو یہ بہت ہی نافع ہے، سال بھر نہ ہو تو چھ ماہ سہی یہ بھی نہ ہو تو چالیس دن ہی سہی، حدیث شریف میں اس عدد کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

(الحیوٰۃ ص: ۵۴۸، ملحقہ حقیقت مال وجاہ)

بچوں کو حرص لالچ سے بچانے کی تدبیر

۱- کسی کے پاس کوئی چیز دیکھے تو حرص نہ کرے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی حیثیت کے موافق اس کو پسندیدہ چیز خود منگا کر اس کو کھلاتا پلاتا رہے، اور جب وہ ضد کرے ہرگز اس کی ضد پوری نہ کرے، تاکہ ضد کرنے کی عادت چھوٹ جائے (بلکہ پیدا ہی نہ ہونے پائے)۔

۲- اسی طرح اس کو یہ عادت ڈالے کہ کوئی چیز تنہا نہ کھائے بلکہ دوسرے بچوں کو تقسیم کر کے کھائے، اور اس کے لیے یہ رعایت رکھنا ضروری ہے کہ جو چیز اس کو دے خواہ پیسہ یا اور کوئی چیز اس کو مالک نہ بنائے، کیونکہ مالک ہو جانے کے بعد نابالغ کو تبرع کرنا (کسی کو ہدیہ دینا) جائز نہیں بلکہ اباحت کے طور سے دے (یعنی کھانے کی اجازت دے، اور مالک نہ بنائے) تاکہ دوسروں کو دینا اور ان کا دوسروں کو لینا جائز رہے۔ (اصلاح انقلاب ۳۰۴/۲)

باب (۱۰)

تعلیم و تربیت کا دستور العمل

بچوں کی تربیت کا طریقہ

۱- اللہ تعالیٰ جب کسی کو اولاد دے اور وہ سیانی ہونے لگے تو سب سے پہلے اس کو کلمہ توحید سکھلا دے پھر اس کو ضروری آداب سکھلائے۔

۲- جب سامنے آئے سلام کرے۔

۳- جھوٹ بولنے سے اس کو نفرت دلائے۔

۴- پردہ اور حیاء کی اس کو تعلیم (تاکید) کرے۔

۵- لڑکوں اور لڑکیوں کو ایک جگہ نہ کھیلنے دے اگر وہ نامحرم ہیں تو آئندہ کے مفاسد کی روک تھام ہے، اور اگر وہ محرم ہیں تو لڑکیوں میں بے حیائی پیدا ہونے کا اور لڑکوں میں نقصان عقل کا احتمال ہے۔

۶- خود بھی بچوں کے سامنے کوئی نامناسب کام یا بے حیائی کا کام نہ کرے گو بچہ اتنا چھوٹا ہو کہ بول بھی نہ سکتا ہو، کیونکہ اس فعل کا عکس اس کے دماغ میں نقش ہو جاتا ہے، پھر اس کا اثر بڑے ہو جانے کے بعد ظاہر ہوتا ہے۔

۷- ہنسی دل لگی کی عادت اس میں نہ پیدا ہونے دے کیونکہ اس سے بے باکی پیدا ہوتی ہے۔

۸- اس کا اہتمام رکھیں کہ سیانے بچوں میں دوستی نہ پیدا ہونے پائے کیونکہ اس سے مفاسد (اور خرابیاں) بے شمار ہوں گی اور اگر ان کے باہم کھیلنے کی کوئی مصلحت ہو تو اس کھیل کے وقت خود حاضر رہیں بعد میں میل جول نہ ہونے دیں۔

۹- اس کی عادت ڈالیں کہ وہ چھپ کر کوئی کام نہ کریں چھپ کر بچہ وہی کام کرے گا جس کو بُرا سمجھے گا، تو گویا شروع ہی سے وہ برا کام کرنے کا عادی ہو جائے گا۔

۱۰- اس کی بھی عادت ڈالیں کہ سخن پروری (خوامخواہ کی طرفداری) کبھی نہ کرے، حق واضح ہو جانے کے بعد گو اپنے سے کم درجہ کا آدمی اس پر مطلع کرے، لیکن فوراً اس کی بات مانے، اور ہر بات میں اس کو تواضع و خاکساری کی عادت ڈالیں۔ (اصلاح انقلاب ص:۲۰۴)

اس کی یہ عادت ڈالیں کہ اگر اس سے کوئی غلطی ہو جائے تو اس پر اقرار کر لیا کرے، اور اگر وہ غلطی متعدی ہو (یعنی کسی دوسرے سے اس کا تعلق ہو) تو صاحب حق سے معاف کروایا جائے، اس کی عادت ڈالنا بہت ضروری ہے کیونکہ اس میں اس کے دین کی سلامتی اور دنیا کی راحت و عزت ہے اور اس میں پیچھے ہٹنا تکبر اور ہمیشہ کے لیے ذلت و نفرت کا سبب بنتا ہے۔ (اصلاح انقلاب ص:۲۰۴)

بچوں کی پرورش کرنے اور اچھی عادت سکھلانے، مہذب بنانے کا دستور العمل

بہشتی زیور کے چوتھے حصہ میں ''اولاد کی پرورش کا طریقہ'' اس کے ذیل میں کچھ ضروری دستور العمل ہے اس مقام کا بعینہ نقل کر دینا مناسب معلوم ہوا، گو اس میں گذشتہ باتوں کا تکرار بھی ہے، مگر ان کی اہمیت کے پیش نظر تکرار کو گوارا کر کے اس میں تصرف گوارہ نہیں کیا گیا۔ (اصلاح انقلاب ص:۲۰۶)

اور وہ یہ ہے: جاننا چاہئے کہ یہ امر بہت ہی خیال رکھنے کے قابل ہے کیونکہ بچپن میں جو عادت بھلی یا بری پختہ ہو جاتی ہیں وہ عمر بھر نہیں جاتی، اس لیے بچپن سے جوان ہونے تک ان باتوں کا ترتیب وار ذکر کیا جاتا ہے۔

۱- نیک بخت دیندار عورت کا دودھ پلائیں، دودھ کا بڑا اثر ہوتا ہے۔

۲- عورتوں کی عادت ہے کہ بچوں کو کہیں سپاہی سے ڈراتی ہیں کہیں اور ڈراؤنی چیزوں سے یہ بری بات ہے، اس سے بچہ کا دل بے حد کمزور ہو جاتا ہے۔

۳- اس کے دودھ پلانے کے لیے اور کھلانے کے لیے وقت مقرر رکھو تا کہ وہ تندرست رہے۔

۴- اس کو صاف ستھرا رکھو کیونکہ اس سے تندرستی رہتی ہے۔

۵- اس کا بہت زیادہ بناؤ سنگار نہ کرو۔

۶- اگر لڑکا ہو تو اس کے سر پر بال مت بڑھاؤ۔

۷- اگر لڑکی ہے اس کو جب تک پردہ میں بیٹھنے کے لائق نہ ہو جائے زیور مت پہناؤ، اس سے ایک تو ان کی جان کا خطرہ ہے۔ دوسرے بچپن ہی سے زیور کا شوق دل میں پیدا ہونا اچھا نہیں۔

۸- بچوں کے ہاتھ سے غریبوں کو کھانا کپڑا پیسے اور ایسی چیزیں دلوایا کرو۔ اسی طرح کھانے پینے کی چیزیں ان کے بھائی بہنوں کو یا اور بچوں کو تقسیم کرایا کرو، تا کہ ان کو سخاوت کی عادت ہو............ مگر یہ یاد رکھو کہ تم اپنی چیزیں ان کے ہاتھ سے دلوایا کرو، خود جو چیز انہی کی ہو (یعنی جس کے وہ مالک ہوں) اس کا دلوانا کسی کو درست نہیں۔

۹- زیادہ کھانے والوں کی برائی اس کے سامنے کیا کرو، مگر کسی کا نام لے کر نہیں بلکہ اس طرح کہ جو کوئی بہت کھاتا ہے۔ لوگ اس کو حبشی کہتے ہیں۔ اس کو بیل سمجھتے ہیں۔

۱۰- اگر لڑکا ہو تو سفید کپڑے کی رغبت اس کے دل میں پیدا کرو اور رنگین اور تکلف کے لباس سے اس کو نفرت دلاؤ کہ ایسے کپڑے لڑکیاں پہنتی ہیں، تم ماشاءاللہ مرد ہو، ہمیشہ اس کے سامنے ایسی باتیں کیا کرو۔

۱۱- اگر لڑکی ہو جب بھی زیادہ مانگ چوٹی اور بہت تکلف کے کپڑوں کی عادت اس کو مت ڈالو۔

۱۲- اس کی سب ضدیں پوری مت کرو، کیونکہ اس سے مزاج بگڑ جاتا ہے۔

۱۳- چلّا کر بولنے سے روکو، خاص کر اگر لڑکی ہو تو چلانے پر خوب ڈانٹو ورنہ بڑی ہو کر وہی عادت ہو جائے گی۔

۱۴- جن بچوں کی عادتیں خراب ہیں یا پڑھنے لکھنے سے بھاگتے ہیں یا تکلف کے کپڑے یا کھانے کے عادی ہیں، ان کے پاس بیٹھنے سے اور ان کے پاس کھیلنے سے ان کو بچاؤ۔

۱۵- ان باتوں سے ان کو نفرت دلاتی رہو، غصہ، جھوٹ بولنا، کسی کو دیکھ کر جلنا، یا حرص کرنا، چوری، چغلی، اپنی بات کی پچ کرنا (منوانا) خوامخواہ اس کو بنانا، بے فائدہ بہت باتیں کرنا، بے بات ہنسنا یا زیادہ ہنسنا، دھوکہ دینا، بھلی بُری بات کو نہ سوچنا، اور جب ان باتوں میں سے کوئی بات ہو جائے، فوراً اس پر تنبیہ کرو۔

۱۶- اگر کوئی چیز توڑ پھوڑ دے یا کسی کو مار بیٹھے، تو مناسب سزا دو تا کہ پھر ایسا نہ کرے، ایسی باتوں میں دلار پیار بچوں کو کھو دیتا ہے۔

۱۷- بہت جلدی مت سونے دو۔

۱۸- جلدی جاگنے کی عادت ڈالو۔

۱۹- جب سات برس کی عمر ہو جائے نماز کی عادت ڈالو۔

۲۰- جب مکتب میں جانے کے قابل ہو جائے پہلے قرآن پڑھواؤ۔

۲۱- مکتب میں جانے میں کبھی رعایت نہ کرو۔

۲۲- جہاں تک ہو سکے دیندار استاذ سے پڑھواؤ۔

۲۳- کسی کسی وقت ان کو نیک لوگوں کی حکایتیں (قصے) سنایا کرو۔

۲۴- ان کو ایسی کتابیں مت دو جن میں عاشقی معشوقی کی باتیں یا شریعت کے خلاف مضمون یا اور بے ہودہ قصے یا غزلیں وغیرہ ہوں۔

۲۵- ایسی کتابیں پڑھواؤ جس میں دین کی باتیں اور دنیا کی ضروری کارروائی آ جائے۔

۲۶- مکتب سے آنے کے بعد کسی قدر دل بہلانے کے لیے اس کو کھیلنے کی اجازت دو، تاکہ اس کی طبیعت اکتا نہ جائے، لیکن کھیل ایسا ہو جس میں کوئی گناہ نہ ہو جھوٹ بولنے کا اندیشہ نہ ہو۔

۲۷- آتش بازی یا باجہ یا فضول چیزیں مول لینے کے لیے پیسے مت دو۔

۲۸- کھیل تماشہ دکھلانے کی عادت مت ڈالو۔

۲۹- اولاد کو ضرور کوئی ایسا ہنر سکھلا دو جس سے ضرورت اور مصیبت کے وقت چار پیسے حاصل کر کے اپنا اور اپنے بچوں کا گزارہ کر سکے۔

۳۰- لڑکیوں کو اتنا لکھنا سکھلا دو کہ ضروری خط اور گھر کا حساب کتاب لکھ سکیں۔

۳۱- بچوں کو عادت ڈالو کہ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کیا کریں، اپاہج اور سست نہ ہو جائیں، ان سے کہو کہ رات کا بچھونا اپنے ہاتھ سے بچھائیں، صبح کو جلدی اٹھ کر تہ کر کے احتیاط سے رکھ دیں کپڑوں کی گٹھری اپنے انتظام میں رکھیں، پھٹا ہوا خود سی لیا کریں، کپڑے خواہ میلے ہوں یا صاف ایسی جگہ رکھیں جہاں کیڑے چوہے کا اندیشہ نہ ہو دھوبن کو خود گن کر دیں، اور لکھ لیں، اور گن کر لیں۔

۳۲- لڑکیوں کو تاکید کرو، کہ جو زیور تمہارے بدن پر ہے رات کو سونے سے پہلے اور صبح جب اٹھو دیکھ بھال لیا کرو۔

۳۳- لڑکیوں سے کہو کہ جو کام کھانے پکانے سینے پرونے، کپڑے رنگنے کوئی چیز بننے کا گھر میں ہوا کرے اس کو غور سے دیکھا کرو کہ کیسے ہو رہا ہے۔

۳۴- جب بچے سے کوئی بات خوبی کی ظاہر ہو اس پر خوب شاباشی دو، پیار کرو، بلکہ اس کو کچھ انعام دو تاکہ اس کا دل بڑھے۔

اور جب اس کی بُری بات دیکھو تو تنہائی میں اس کو سمجھاؤ کہ دیکھو بری بات ہے، دیکھنے والے دل میں کیا کہتے ہوں گے، اور جس جس کو معلوم ہوگا وہ کیا کہے گا، خبردار پھر آئندہ مت کرنا، اچھے لڑکے ایسا نہیں کیا کرتے اور اگر پھر وہی کرے تو مناسب سزا دو۔

۳۵- ماں کو چاہئے کہ بچہ کو باپ سے ڈراتی رہے۔

۳۶- بچہ کو کوئی کام چھپا کر مت کرنے دو، کھیل ہو یا کھانا یا اور کوئی کام ہو جو کام چھپا کر کرے گا سمجھ جاؤ کہ وہ اس کو برا سمجھتا ہے، سو اگر وہ برا ہے تو اس کو چھڑاؤ، اور اگر اچھا ہے جیسے کھانا پینا، تو اس سے کہو کہ سب کے سامنے کھائے پیئے۔

۳۷- کوئی کام محنت کا اس کے ذمہ مقرر کرو جس سے صحت اور ہمت رہے سستی نہ آنے پائے، مثلاً لڑکوں کے لیے ڈنڈ کرنا، (ہلکی ورزش کرنا) ایک آدھ میل چلنا (یا دوڑنا) اور لڑکیوں کے لیے چکی یا چرخہ چلانا ضروری ہے۔

۳۸- چلنے میں تاکید کرو، کہ بہت جلدی نہ چلے نگاہ اوپر اٹھا کر نہ چلے۔

۳۹- اس کو عاجزی انکساری اختیار کرنے کی عادت ڈالو، زبان سے چال سے، برتاؤ سے، شیخی نہ بگھارنے پائے، یہاں تک کہ اپنے ہم عمر بچوں میں بیٹھ کر اپنے کپڑے یا مکان یا خاندان یا کتاب وقلم ودوات تختی تک کی تعریف نہ کرنے پائے۔

۴۰- کبھی کبھی اس کو دو چار پیسے دے دیا کرو، تاکہ اپنی مرضی کے موافق خرچ کیا کرے، مگر اس کی یہ عادت ڈالو کہ کوئی چیز تم سے چھپا کر نہ خریدے۔

۴۱- اس کو کھانے کا طریقہ اور محفل میں اٹھنے بیٹھنے کا طریقہ سکھلاؤ۔

امید ہے کہ اہل وعیال کی تعلیم وتربیت کے متعلق یہ مضمون کافی ہو جائے گا۔

(اصلاح انقلاب ص:۲۰۶-۲۰۹، بہشتی زیور جلد ۴)

متفرق ضروری ہدایات

☆ بچوں کو محنت کی عادت ضرور ڈالیں، بلکہ بقدر ضرورت لڑکوں کو ڈنڈ (ہلکی ورزش) اور لڑکیوں کو چکی اور چرخہ پھیرنے کی عادت ڈالیں۔

☆ ختنہ جتنی چھوٹی عمر میں ہو جائے بہتر ہے تکلیف کم ہوتی ہے اور زخم جلدی بھر جاتا ہے۔

☆ ماں باپ خود بھی خیال رکھیں، اور جو مرد یا عورت بچہ پر نگراں مقرر ہو وہ بھی خیال رکھے کہ بچہ ہر وقت صاف ستھرا رہے، جب ہاتھ منہ میلا ہو جائے فوراً دھلا دے۔

☆ بچہ کو منجن مسواک کی عادت ڈالیں۔ (بہشتی زیور ۱۰/۱۴-۹/۶۱)

☆ پڑھنے والے بچوں کو کوئی چیز دماغ کی طاقت کی ہمیشہ کھلاتی رہو۔

☆ چھوٹے بچوں کو کنویں پر مت چڑھنے دو، بلکہ اگر گھر میں کنواں ہو تو اس پر تختہ ڈلوا کر ہر وقت تالا لگائے رکھو، اور ان کو لوٹا دے کر پانی لانے کے واسطے کبھی مت بھیجو، شاید وہاں جا کر خود ہی کنویں سے ڈول کھینچنے لگیں۔

☆ بچوں کو ہنسی میں مت اچھالو، اور کسی کھڑکی وغیرہ سے مت لٹکاؤ، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہاتھ سے چھوٹ جائے، اسی طرح ان کے پیچھے ہنسی میں مت دوڑو، شاید گر پڑیں۔ اور چوٹ لگ جائے۔ (بہشتی زیور ۱۰/۳)

چند ضروری اور اہم ہدایات

☆ اچھے کھانے پینے کی عادت مت ڈالو، ہمیشہ ایک سا وقت نہیں رہتا، پھر کسی وقت بہت مصیبت جھیلنی پڑتی ہے۔

☆ اگر تمہارا بچہ کسی کا قصور غلطی سے کرے تو تم کبھی اپنے بچہ کی طرفداری مت کرو، خاص طور سے بچے کے سامنے ایسا کرنا بچہ کی عادت خراب کرنا ہے۔

☆ اپنے گھر والوں کی یا اپنی اولاد کی کسی کے سامنے تعریف مت کرو۔

☆ کسی بچہ یا شاگرد کو سزا دینا ہو تو موٹی لکڑی یا لات گھوسہ سے مت مارو، اللہ بچائے اگر کہیں نازک جگہ چوٹ لگ جائے تو لینے کے دینے پڑ جائیں، اور چہرہ اور سر پر بھی مت مارو۔

☆ لڑکیوں کو تاکید رکھو کہ لڑکوں میں نہ کھیلا کریں، کیونکہ اس میں دونوں کی عادتیں بگڑتی ہیں، اور جو غیر لڑکے گھر میں آئیں چاہے وہ چھوٹے ہی ہوں مگر اس وقت لڑکیاں وہاں سے ہٹ جایا کریں۔ (بہشتی زیور ۱۰/۱۷)

بچوں کو ماں باپ کا نام و پتہ ضرور یاد کرا دینا چاہئے

بچوں کو ماں باپ بلکہ دادا کا نام بھی یاد کرا دو، اور کبھی کبھی پوچھتی رہا کرو، تاکہ اس کو یاد رہے، اس میں یہ فائدہ ہے کہ اگر خدانخواستہ بچہ کھو جائے اور کوئی اس سے پوچھے کہ تو کس کا ہے تیرے ماں باپ کون ہیں، تو اگر بچہ کو نام یاد ہوں گے تو بتلا دے گا پھر کوئی نہ کوئی تمہارے پاس اس کو پہنچا دے گا، اور اگر یاد نہ ہوا تو پوچھنے پر اتنا ہی کہے گا کہ میں اماں کا ہوں ابا کا ہوں یہ خبر نہیں کہ کون اماں کون ابا۔

(بہشتی زیور ص:۱۰)

باب (۱۱)

حقوق کا بیان

اولاد کے حقوق

والدین کے ذمہ اولاد کے بہت سے حقوق ہیں، اولاد کا ایک حق والدین کے ذمہ یہ بھی ہے کہ ان کے اخلاق کی اصلاح کریں، ان کو (دنیاوی بقدر ضرورت) تعلیم دیں، بعض لوگ اولاد کو (دنیاوی بقدر ضرورت) تعلیم نہیں دیتے بلکہ ناز ونعمت میں پالتے ہیں۔

صاحبو! جب بچپن میں اولاد کے اخلاق کی اصلاح نہ ہوگی اور تعلیم نہ دی جائے گی تو بڑے ہوکر (اس کا بہت) بُرا انجام ہوگا۔ (التبلیغ الحدود والقیود ص:۱۹۰)

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ سے بچاؤ۔ (سورۃ تحریم)

اس کی تفسیر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اپنے گھر والوں کو بھلائی یعنی دین کی باتیں سکھلاؤ۔ (حاکم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنی بیوی بچوں کو دین کی باتیں سکھلانا فرض ہے ورنہ انجام دوزخ ہوگا۔ (حیات المسلمین روح دوم ص:۱۷)

اور ان کا دنیوی حق یہ ہے کہ جن چیزوں سے دنیا کا نفع اور آرام ملتا ہے وہ بھی

سکھلا دے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بیٹوں کو تیرنا اور تیر چلانا سکھلاؤ اور عورتوں کو کاتنا سکھاؤ۔ (مقاصد از بیہقی)

فائدہ: ان تین باتوں کا ذکر مثال کے طور پر ہے، لیکن مراد سب ضرورت کی چیزیں ہیں۔ (حیات المسلمین روح ۲۰، ص:۱۹۴)

اولاد کے ضروری حقوق کا خلاصہ

جس طرح ماں باپ کے حقوق اولاد پر ہیں، اسی طرح ماں باپ پر اولاد کے حقوق ہیں، وہ یہ ہیں:

۱- نیک بخت (شریف) عورت سے نکاح کرنا تاکہ اولاد اچھی پیدا ہو۔

۲- بچپن میں محبت کے ساتھ ان کی پرورش کرنا، اولاد کو پیار کرنے کی بھی بڑی فضیلت آئی ہے۔ خصوصاً لڑکیوں سے دل تنگ نہ ہونا چاہئے، ان کی پرورش کرنے کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

۳- اگر انا (دوسری عورت) کا دودھ پلانا پڑے تو بااخلاق اور دیندار (عورت) تلاش کرنا، کیونکہ دودھ کا اثر بچہ کے اخلاق پر پڑتا ہے۔

۴- ان کو علم دین وادب سکھلانا۔

۵- جب نکاح کے قابل ہوں ان کا نکاح کردینا۔

۶- اگر لڑکی کا شوہر مرجائے تو نکاح ثانی ہونے تک اس کو اپنے گھر آرام سے رکھنا، اور اس کے ضروری اخراجات کا برداشت کرنا۔

(حقوق الاسلام، آداب زندگی ص:۱۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دربار کا ایک واقعہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دربار میں ایک باپ نے اپنے بیٹے پر دعویٰ کیا کہ یہ میرے حقوق ادا نہیں کرتا، حضرت عمرؓ نے لڑکے سے دریافت کیا اس نے کہا، اے امیر المومنین کیا باپ ہی کا سارا حق اولاد پر ہے۔ یا اولاد کا بھی باپ پر کچھ حق ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ اولاد کا بھی باپ کے ذمہ حق ہے، کہا میں ان حقوق کو سننا چاہتا ہوں۔

فرمایا، اولاد کا حق باپ پر یہ ہے کہ:

۱- اولاد حاصل کرنے کے لیے شریف عورت تجویز کرے۔

۲- اور جب اولاد پیدا ہو، ان کا نام اچھا رکھے تاکہ اس کی برکت ہو۔

۳- اور جب ان کے ہوش درست ہو جائیں، ان کو تہذیب سکھائے، اور دین کی تعلیم دے۔ لڑکے نے کہا کہ میرے باپ نے ان حقوق میں سے ایک حق بھی ادا نہیں کیا، میری ماں لونڈی (باندی) تھی، اس سے انہوں نے نکاح کیا، جن کے اخلاق جیسے ہوتے ہیں معلوم ہیں، اور جب میں پیدا ہوا تو میرا نام جُعل رکھا جس کے معنی ہیں پاخانہ کا کیڑا، اور مجھے دین کا ایک حرف نہیں سکھایا، مجھے دینی تعلیم سے بالکل کورا رکھا، یہ سن کر حضرت عمر کو باپ پر بہت غصہ آیا اور اس کو بہت دھمکایا، اور یہ کہہ کر مقدمہ خارج کر دیا کہ جاؤ، پہلے تم اپنے ظلم کی مکافات کرو، اس کے بعد لڑکے کے ظلم کی فریاد کرنا، حضرت عمرؓ نے مقدمہ خارج کر دیا، اور باپ سے فرمایا کہ تو نے اس سے زیادہ اس کی حق تلفی کی ہے جاؤ اپنی اولاد کے ساتھ ایسا برتاؤ نہ کیا کرو۔

(الفیض الحسن ص: ۱۰۲، حقوق البیت ص: ۴۷)

اولاد کے حقوق میں کوتاہی اور اس کا نتیجہ

اولاد کے بہت سے حقوق والدین کے ذمہ ہیں، چنانچہ اولاد کا ایک حق والدین

کے ذمہ یہ بھی ہے کہ ان کے اخلاق کی اصلاح کریں، ان کو دین کی تعلیم دیں۔

بعض لوگ اولاد کو تعلیم نہیں دیتے، بعض لوگ بچوں سے اپنے داڑھی کھچواتے ہیں، اپنے کو گالیاں دلواتے ہیں، اور کچھ نہیں کہتے، بلکہ ناز ونعمت میں پالتے ہیں۔

اس کا انجام یہ ہوتا ہے جو میں نے کانپور میں دیکھا، کہ ایک نواب صاحب جامع مسجد کا پانی بھرا کرتے تھے (یعنی مزدوری کرتے تھے) سب لوگ ان کو نواب نواب کہتے تھے، میں نے شروع میں یہ سمجھا کہ اس کا نام ہی نواب ہوگا پھر معلوم ہوا کہ نہیں واقعی نواب تھے، ان کے پاس بڑی ریاست (جاگیر) تھی مگر عیاشی میں سب برباد کر دی، اور اس وقت ان کی زندگی بہت تلخ (بدمزہ) تھی۔

جب بچپن میں اولاد کے اخلاق کی اصلاح نہ ہو اور تعلیم نہ دی جائے تو بڑے ہو کر جب اس کے ہاتھ میں ریاست آئے گی تو اس کا یہی انجام ہوگا جو ان نواب صاحب کا ہوا۔ (الحدود والقیود لتبلیغ ۱۵/۱۹۰، انوار السراج ۱۴/۲۷۰)

اولاد خبیث اور بدمعاش کیسے ہو جاتی ہے

اولاد کے زیادہ تر خبیث (اور بدمعاش) ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ اولاد کو لاڈ، پیار، دلار بہت کیا جاتا ہے، بچپن میں ان کے اخلاق خراب کر دیئے جاتے ہیں کہ چاہے وہ کسی کو گالی دے، یا کسی کو مارے، پیٹے، دلار کی وجہ سے کوئی اسے کچھ نہیں کہتا، اور کہنا سننا کیسا، بعض عورتیں تو اس کی تمنا کرتی ہیں کہ ہمارے بچے گالی دینے کے قابل ہو جائیں۔

چنانچہ ایک عورت نے منت مانی تھی کہ اگر میرے لڑکا ہو اور وہ ماں کی گالی دے کر گھر میں آئے تو میں اللہ واسطے پانچ روپئے کی مٹھائی تقسیم کروں گی، تو بھلا ایسی عورتیں اولاد کو گالی دینے سے کیا خاک روکیں گی۔ (اسی طرح) بعض لوگ بچوں سے اپنی داڑھی کھچواتے ہیں اپنے کو گالیاں دلواتے ہیں اور کچھ نہیں کہتے۔

ایسی اولاد بڑی ہوکران (ماں باپ) کو بھی گالیوں سے یاد کرتی ہے اور بعض لڑکے تو ایسے جلاد ہوتے ہیں کہ بیوی کے مقابلے میں ماں کو لاٹھیوں سے مارتے ہیں، اس وقت یہ ساری تمنائیں خاک ہوجاتی ہیں۔

(اسباب الغفلۃ ملحقہ دین ودنیا ص: ۵۰۵، انوار السراج التبلیغ ۱۴/ ۲۷۰)

بچوں کے اخلاق اور عادتیں کیسے خراب ہوجاتی ہیں

ہمارے یہاں ایک استاذ ہیں ان کے متعلق سنا گیا ہے کہ وہ اپنے لڑکوں کو دوسرے استاذ کے یہاں بھیجتے ہیں کہ جا کر اس کے مکتب کی چٹائیاں توڑ ڈالیں، بتلایئے جب بچپن ہی سے یہ حالت ہوگی تو بڑے ہوکر ان کی کیا اصلاح ہوگی، مگر اس کا بالکل خیال نہیں، بلکہ اکثر کہتے ہیں کہ بچہ وہی ہے جو شوخ مزاج ہو حالانکہ شوخی دوسری چیز ہے اور شرارت دوسری چیز ہے۔

انسان اپنے ابنائے نوع (یعنی اپنے جیسے لوگوں) سے سبق لیتا ہے جو حالت دوسرے کی دیکھتا ہے وہی خود اختیار کرتا ہے۔

لوگ سمجھتے ہیں کہ بچہ اپنی عمر کو پہنچ کر (یعنی بڑا ہوکر) خود ہی سنبھل جائے گا، یہ غلط ہے بلکہ بچہ جب بولنے پر بھی قادر نہیں ہوتا اسی وقت سے اس کے دماغ میں دوسروں کی تمام حرکتیں منقش ہوتی ہیں اور وہ ان سے متاثر ہوتا ہے۔

(ضرورۃ الاعتناء بالدین ملحقہ دین ودنیا ص: ۳۲۷)

چوری کی عادت رفتہ رفتہ ہوتی ہے

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ چور پر لعنت کرے کہ وہ ایک انڈا چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔

اس حدیث میں اشکال ہوتا ہے کہ ایک انڈا چرانے یا رسی چرانے سے ہاتھ

کہاں کاٹا جاتا ہے، ہاتھ کاٹنے کا نصاب تو اس سے زیادہ (دس درہم) ہے۔

میرے استاذ فرماتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اس (معمولی چوری) سے معصیت کی عادت ہوجاتی ہے، اور بڑی مصیبتوں کا دروازہ کھلتا ہے، جو چور بدمعاش ہوتے ہیں وہ پہلے پیسہ پیسہ کی چوری شروع کرتے ہیں، پھر جب وہ کھپ گیا (یعنی اس کی عادت ہوگئی) تو آگے جرأت ہوئی، پھر اور آگے چلے یہاں تک ایک روز اس کی نوبت پہنچی تو ہاتھ کاٹ دیا گیا، یعنی کسی زمانہ میں انڈا یا رسی چرائی تھی، آج نوبت یہاں تک پہنچی کہ اتنا مال چرایا جس پر ہاتھ کاٹنے کا حکم آ گیا۔ یہ مطلب ہے اس حدیث کا۔ (التبلیغ احکام المال ۱۵/ ۱۲)

آج کل کی تعلیم وتربیت کے برے نتائج

آج کل لوگ اپنی اولاد کی تربیت ایسی کرتے ہیں جیسا کہ قصائی گائے کی تربیت کیا کرتا ہے، کہ اس کو خوب کھلاتا پلاتا ہے، حتی کہ وہ خوب موٹی تازی ہوجاتی ہے، لیکن اس کا مقصد اور انجام یہ ہوتا ہے کہ اس کے گلے پر چھری پھیری جاتی ہے۔

اسی طرح یہ لوگ اپنی اولاد کی خوب زیب وزینت اور عیش میں پرورش کرتے ہیں اور انجام اس کا یہ ہوتا ہے کہ وہ جہنم کا لقمہ ہوتے ہیں، اور ان کی بدولت مربی (تربیت کرنے والوں کی) بھی گردن ناپی جاتی ہے، کیونکہ اس عیش پرستی کی بدولت اولاد کو نہ نماز کی خبر ہوتی ہے اور نہ روزہ کی .... کمبخت دن رات مارے مارے پھرتے ہیں نہ نماز کے نہ روزے کے۔

ماں باپ خوش ہیں کہ ہم نماز کے بہت پابند ہیں، حالانکہ ان کو یہ خبر نہیں کہ قیامت میں وہ اولاد کی وجہ سے ان کے ساتھ جہنم میں جائیں گے۔

حدیث شریف میں ہے: كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ۔ تم

میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور اس سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ (طریق النجاۃ ص: ۷۰۰، ملحقہ دین ودنیا)

بدحالی کا تدراک اور اصلاح کا طریقہ

بچوں کو شروع ہی سے اس کا پابند کیجئے کہ مسجد میں جماعت سے نماز پڑھا کریں، اسی طرح بچوں میں بچپن سے یہ بات پیدا کیجئے کہ ان کو مسلمانوں سے اجنبیت (دوری) نہ ہو، ان کو غریبوں سے میل جول رکھنے کی تعلیم دیجئے، ان سے ملنے میں دنیاوی عزت بھی ہے ان سے ملو گے تو وہ قدر کریں گے اور امیروں کے ساتھ اختلاط میں کچھ عزت نہیں ہوتی، کیونکہ امراء تو خود ہی اینٹھ مروڑ (یعنی تکبر) میں رہتے ہیں ان کی نظر میں کسی کی وقعت نہیں ہوتی، پس یہ مادہ بچپن ہی سے پیدا کرو، کہ غریبوں سے نفرت نہ ہو (ان کی حقارت دل میں نہ ہو) یہ باتیں بچپن سے پیدا ہوں گی، بڑے ہونے کے بعد پھر ذرا دشوار ہے۔

اسی طرح بچوں کو اس کی تاکید بھی کیجئے کہ خلاف شرع لباس نہ پہنیں دوسری قوموں کی وضع نہ اختیار کریں۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ غیر قوموں کے ساتھ تشبہ (یعنی ان کی مشابہت کرنے اور نقل اتارنے) میں کیا حرج ہے کیا کافروں کے مشابہ ہونے سے کافر ہوجائیں گے؟ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ اگر کوئی مرد زنانہ لباس پہنے تو اس کو کیا کہو گے، اگر تشبہ میں خرابی نہیں تو عورتوں کے ساتھ تشبہ کیوں نہیں کرتے؟ کچھ نہیں بس دین کو اپنا تابع بنا رکھا ہے۔

(وعظ الحیوٰۃ ملحقہ حقیقت مال وجاہ ص: ۵۴۸)

اولاد کی اصلاح کے لیے صحبت صالح کی ضرورت

اولاد کے لیے ایک وقت مقرر کیجئے کہ فلاں مسجد میں فلاں بزرگ کے پاس جا کر کچھ دیر بیٹھا کریں، کس قدر افسوس کی بات ہے کہ فٹ بال کے لیے وقت ہو، اور اخلاق کی درستگی کے لیے وقت نہ نکل سکے، اور اگر شہر میں کوئی ایسا شخص نہ ہو تو چھٹی کے زمانہ میں کسی بزرگ کی خدمت میں بھیج دیا کرو، چھٹی کے زمانہ میں تو ان کو کچھ کام بھی نہیں ہوتا، کمبخت دن رات مارے مارے پھرتے ہیں۔ (طریق النجاۃ ص: ۷۰۰)

حاصل یہ کہ بچوں کے لیے اللہ والوں کی صحبت کا بھی انتظام کیجئے، اور دینی تعلیم کا بھی سلسلہ رکھئے، اور پھر اس پر عمل کرائیے۔

اصلاح کی یہ اجمالی تدبیر ہے اور یہ دستورالعمل زندگی بھر کے لیے ہے۔

(الحیوٰۃ ملحقہ حقیقت مال وجاہ ص: ۵۴۹)

شفقت کا مقتضیٰ اور بیٹے کو نصیحت کرنے کا طریقہ

نصیحت کرنے والا ایک تو استاذ ہوتا ہے اور ایک باپ ہوتا ہے باپ کی نصیحت میں اور عام لوگوں کی نصیحت میں فرق ہوتا ہے، استاذ تو محض ضابطہ کی خانہ پوری کرتا ہے مگر باپ محض خانہ پوری نہیں کرسکتا، وہ نصیحت کرتے ہوئے اس کا خیال رکھتا ہے کہ بیٹے کو ایسے عنوان اور ایسے طرز سے نصیحت کروں جو اس کے دل میں اتر جائے، کیونکہ وہ دل سے یہ چاہتا ہے کہ بیٹے کی اصلاح ہوجائے، اور اس میں کوئی کمی نہ رہ جائے، اور اگر وہ کوئی مشکل کام بھی بتلاتا ہے تو اس کا طریقہ ایسا اختیار کرتا ہے جس سے بیٹے کو عمل کرنا آسان ہوجائے، اور ان سب رعایتوں کی وجہ وہی شفقت ہے، شفقت ہی کے ساتھ تمام پہلوؤں کی رعایت کی جاسکتی ہے اور اسی لیے باپ کا کلام نصیحت کے وقت کبھی بے ترتیب اور بے جوڑ بھی ہوجاتا ہے۔

مثلاً باپ بیٹے کو کھانا کھاتے ہوئے نصیحت کرے کہ بری صحبت میں نہ بیٹھا کرے، اوراس مضمون پر وہ مفصل گفتگو کررہا ہو، اسی درمیان میں اس نے دیکھا کہ بیٹے نے ایک بڑا سا لقمہ کھانے کو لیا ہے، تو وہ فوراً پہلی نصیحت ختم کر کے کہے گا کہ یہ کیا حرکت ہے، لقمہ بڑا نہیں لیا کرتے اس کے بعد پھر پہلی بات پر گفتگو شروع کردے گا، اب جس کو شفقت کی اطلاع نہ ہو وہ کہے گا کہ یہ کیسا بے ترتیب (بے جوڑ) کلام ہے۔

بُری صحبت سے منع کرنے میں لقمہ کا کیا ذکر مگر جو شخص کسی کا باپ بنا ہے وہ جانتا ہے کہ یہ بے جوڑ کلام، مرتب کلام سے افضل ہے، شفقت کا مقتضی یہی ہے کہ ایک بات کرتے ہوئے اگر دوسری بات کی ضرورت ہو تو رابطہ (جوڑ) کا لحاظ نہ کرے، دوسری بات کو بیچ میں کہہ کر پھر پہلی بات کو پورا کرے۔

(سبیل النجاح ملحقہ دین ودنیا ص:۵۷۴)

اولاد کی پرورش کرنے، نان ونفقہ دینے کا شرعی ضابطہ

اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر اولاد خواہ لڑکا ہو یا لڑکی، دو حال سے خالی نہیں۔

ایک صورت تو یہ ہے کہ وہ مالدار ہوں یعنی کسی طریقہ سے وہ مال کے مالک ہوگئے ہوں خواہ بطور ہبہ کے، یا بطور میراث کے، سو اس حالت میں تو ان کا نان ونفقہ خود ان کے مال میں واجب ہے۔ والدین کے ذمہ صرف انتظام کرنا ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ وہ مالدار نہ ہوں پھر اس مالدار نہ ہونے کی حالت میں دو صورتیں ہیں، ایک صورت یہ کہ وہ بالغ (پندرہ سال کے) ہوں دوسری صورت یہ کہ وہ نابالغ ہوں۔

بالغ ہونے کی صورت میں دو احتمال ہیں ایک احتمال یہ کہ اپنے لیے محنت و مزدوری، نوکری چاکری کرسکتے ہوں، (یعنی خود کھا کما سکتے ہوں) اس صورت میں بھی خود ان کا نان نفقہ انہیں کے ذمہ ہے، ماں باپ کے ذمہ نہیں۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ وہ کھانے کمانے پر قادر نہیں، اس صورت میں ان کا حکم نابالغ کی طرح ہے جو آگے آرہا ہے یہ دونوں احتمال تو بالغ ہونے کی صورت میں تھے۔

اور نابالغ ہونے کی صورت میں دو صورتیں ہیں، ایک صورت یہ کہ باپ زندہ ہو، دوسری صورت یہ کہ باپ زندہ نہ ہو اگر باپ زندہ ہو تو صرف باپ کے ذمہ نان نفقہ ہے ماں کے ذمہ کچھ بھی نہیں۔

البتہ دودھ پلانا دیانۃً فتویٰ کی رو سے ماں کے ذمہ واجب ہے اور بروئے حکم و قضاء جبر نہ ہوگا، اگر بچہ کسی اور کا دودھ نہ پئے، اس وقت ماں پر جبر بھی کیا جائے گا۔

اور اگر باپ زندہ نہ ہو تو ماں کے ذمہ نفقہ واجب ہے۔ اور اگر (ایسی صورت میں یعنی جب کہ باپ زندہ نہ ہو) بچہ کے اقارب ذی رحم (رشتہ دار) زندہ ہوں تو سب پر تقسیم ہوگا، ان سب دعوؤں کی دلیل درمختار کی عبارت ہے۔

(امداد الفتاوی ۲/۵۳۳، سوال: ۶۴۰)

لڑکے اور لڑکی کی شادی کرنا باپ کے ذمہ واجب ہے یا نہیں اور تاخیر کرنے سے کتنا گناہ ہوگا؟

سوال: لڑکیوں کی شادی کرنے کا کوئی تاکیدی حکم خاص طور سے ہے یا نہیں؟ اور تاخیر کی صورت میں کوئی گناہ لازم آتا ہے یا نہیں اگر لازم آتا ہے تو کس قدر؟ نص قرآنی وحدیث سے علیحدہ علیحدہ جواب دیں؟

الجواب: شادی کا تاکیدی حکم قرآن میں بھی ہے اور حدیث میں بھی عام طور سے ہے جو کہ لڑکا لڑکی دونوں کو شامل ہے اور لڑکیوں کے لیے خصوصیت سے بھی۔

قال اللہ تعالیٰ وَاَنۡکِحُوۡ الاَیَامٰی مِنۡکُمۡ الآیة، یہ امر کا صیغہ ہے جس کا مدلول وجوب ہے اور ایامیٰ جمع ایم کی ہے شراح حدیث نے تشریح کی ہے الایم من لا زوج لها بكرا كانت او ثيبا ويسمى الرجل الذى لازوجة له ايما ايضاً۔

ترجمہ: قرآن پاک کی آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ تم لوگ ایامیٰ کا نکاح کردیا کرو اور ایامیٰ ایم کی جمع ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی لڑکی جس کا شوہر نہ ہو خواہ باکرہ ہو یا ثیبہ یعنی کنواری ہو یا بیاہی اسی طرح ایم اس مرد کو بھی کہتے ہیں جس کی بیوی نہ ہو۔

اب رہ گئی حدیث تو مشکوۃ شریف **باب تعجیل الصلوۃ** میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: **أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یا علی ثلاث لا توخرھا الصلوۃ اذا اتت ، والجنازۃ إذا حضرت والأیّم إذا وجدت لھا کفواً۔** (رواہ الترمذی)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی تین چیزوں میں تاخیر نہ کرو، ایک تو نماز جب اس کا وقت آجائے، دوسرے جنازہ میں جب وہ تیار ہو جائے، تیسرے بے نکاح لڑکے اور لڑکی کی شادی میں جب کہ جوڑ مل جائے۔

(۲) **عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ولد لہ ولد افلیحسن اسمہ وادبہ فاذا بلغ فلیزوجہ فان بلغ ولم یزوجہ فاصاب اثما فانما اثمہ علی ابیہ۔** (مشکوۃ باب الولی فی النکاح)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کے اولاد (لڑکا یا لڑکی) ہو اس کو چاہئے اچھا نام رکھے اس کی تعلیم وتربیت کرے، جب بالغ ہو جائے تو نکاح کردے، بالغ ہونے کے بعد اگر نکاح نہیں کیا اور وہ کسی گناہ میں مبتلا ہو گئے، تو اس کا گناہ باپ پر ہوگا۔

ان روایات سے اس حکم کا موکد ہونا معلوم ہوا اور موکد (ضروری) کا ترک کرنا موجب مواخذہ (عذاب کا باعث) ہوتا ہے۔

اور اخیر کی حدیثوں سے گناہ کی مقدار بھی معلوم ہوگئی کہ تاخیر کی صورت میں جس گناہ میں یہ اولاد مبتلا ہوگی خواہ نگاہ کا گناہ یا کان کا گناہ، یا زبان کا یا دل کا اتنا ہی گناہ اس صاحب اولاد یعنی باپ کو ہوگا۔ واللہ اعلم۔ (امداد الفتاویٰ ۲/۵۵۴، سوال:۶۵۴)

باب (۱۲)

سختی کرنے کی ضرورت اور اس کے طریقے

اصلاح وتربیت کے لیے سختی کرنے کی ضرورت

بعض اوقات اگر ایک بات کو نرمی سے سمجھایا جائے تو دل پر اس کا اتنا اثر نہیں ہوتا اور نہ وہ اتنی مدت تک یاد رہتی ہے جتنا کہ سختی سے سمجھانے سے نقش کالحجر (پتھر کی لکیر کی طرح) ہو جاتی ہے۔ (احکام العشر الاخیرہ ملحقہ فضائل صوم وصلوۃ ص:۳۷۴)

بعض لوگوں کی سختی کے بغیر اصلاح نہیں ہوتی، ایسی حالت میں اگر سختی نہ کی جائے تو خیانت ہے۔ (مزید المجید ص:۱۱۷)

اگر سختی کرنا بد اخلاقی ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی صادر نہ ہوتی (حالانکہ بعض مواقع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سختی کرنا ثابت ہے)۔

(حسن العزیز ۳/۱۴۷)

ضرورت کے وقت بچوں پر سختی نہ کرنا ان کو خطرہ میں ڈالنا ہے

مشفق باپ کو اپنے بچہ کے ساتھ مخالفت ہوتی ہے جس وقت کہ بچہ بے راہی (غلط راہ) اختیار کرتا ہے اس وقت باپ اس کا مخالف ہوتا ہے اور اس کو مارتا بھی ہے۔

(مشفق) ماں، بیمار بچہ کی مخالفت کرتی ہے کہ جب بچہ اپنی طبیعت کے موافق غذائیں کھاتا ہے مگر ماں اس کو نہیں دیتی بلکہ بسا اوقات ضد کرنے پر اس کو مارتی بھی ہے۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ دونوں مثالوں میں دو قسم کے نقصان جمع ہیں ایک اہون (یعنی ہلکا) دوسرا اشد (یعنی سخت) ماں باپ سخت نقصان سے بچانے کے لیے ہلکے نقصان کو اختیار کرتے ہیں اور یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جس جگہ دو نقصان جمع ہوں ایک سخت، دوسرا کم درجہ کا، تو اہون (یعنی کم درجہ والے) کو اختیار کر لینا چاہئے، مثلاً باپ نے بے راہی (غلطی) پر بچہ کو مارا تو یہ بھی بچہ کے حق میں ایک درجے کا نقصان ہے۔ اور دوسرا نقصان یعنی بے راہی (وگمراہی) اس سے بھی زیادہ نقصان دہ ہے۔ کیونکہ اگر بچہ بے راہی اختیار کرے گا تو اس کا انجام بہت ہی برا ہوگا، مثلاً وہ پڑھتا نہیں، یا بری صحبت میں بیٹھتا ہے جس سے آگے چل کر اس کو بہت نقصان ہوگا اور یہ نقصان پہلے نقصان سے بڑھ کر ہے۔ اس لیے باپ نے کم درجہ کے نقصان کو اختیار کیا تا کہ بچہ اشد الضررین (یعنی بڑے نقصان) سے محفوظ رہے۔

اسی طرح ماں جو بیمار بچوں کو مختلف غذاؤں سے روکتی ہے حالانکہ یہ بچہ کے حق میں ایک درجہ کا نقصان ہے، مگر ماں اس کو اختیار کرتی ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ یہاں بھی دو قسم کے نقصان جمع ہیں، ایک سخت، دوسرا ہلکا، ہلکا نقصان تو غذا سے روکنا ہے، اور سخت نقصان وہ ہے جو غذا کے دینے سے ہوگا۔ وہ یہ کہ اگر بچہ کو اس کی منشاء کے موافق غذا دی جائے گی تو بیماری بڑھ جائے گی، اور ہلاکت تک نوبت پہنچے گی، اس لیے ماں اہون الضررین (یعنی کم درجے کے نقصان) کو اختیار کرتی ہے۔

(التبلیغ ۲۲/۸، وعظ شب مبارک)

فصل

سزا دینے کی مختلف صورتیں اور بچوں کو سزا دینے کے بہترین طریقے

’تعزیر‘ وہ سزا ہے جو تادیب (تنبیہ کرنے کے لیے) دی جائے اور حد کے درجہ سے کم ہو، اور اس کے مختلف طریقے ہیں۔

(۱) ملامت کرنا (۲) ڈانٹنا (۳) ہاتھ یا لکڑی وغیرہ سے مارنا (۴) کان کھینچنا (۵) سخت الفاظ کہنا (۶) محبوس (یعنی قید) کر دینا (۷) مالی سزا دینا۔

(اصلاح انقلاب ۲۱۹/۲)

۱- بچوں کی بہتر سزا یہ ہے کہ ان کی چھٹی بند کر دی جائے، اس کا ان پر کافی اثر ہوتا ہے۔ (انفاس عیسیٰ ص: ۱۰۲)

۲- میں نے (بچوں کے لیے) دو سزائیں مقرر کر رکھی ہیں ایک کان پکڑوانا، جس کو مراد آباد والے بطخ (یا مرغا) بنوانا کہتے ہیں۔

دوسرے اٹھنا بیٹھنا اس میں دونوں اصلاحیں ہو جاتی ہیں، جسمانی بھی کیونکہ اس میں ورزش ہوتی ہے اور نفسانی یعنی اخلاقی بھی کیوں کہ اس سے تنبیہ ہو جاتی ہے۔ (کلمۃ الحق ص: ۱۳۳)

۳- مجھے بچوں کے پیٹنے سے سخت تکلیف ہوتی ہے بوقت ضرورت اگر کبھی میں مارتا ہوں تو رسی سے مارتا ہوں، اس میں ہڈی ٹوٹنے کا خطرہ نہیں ہوتا۔

(حسن العزیز ۱۸۲/۱)

۴- (عام حالات میں) سزا میں دو چپت بھی کافی ہیں۔ (حسن العزیز ۳/۸۹)

سختی کرنے کے حدود، سختی مقصود بالذات نہیں

سختی مقصود بالذات نہیں، مقصود اصلاح ہے، جب معلوم ہوجائے کہ سختی سے نفع نہیں ہوتا تو نرمی سے اصلاح کرتا رہے، مگر اس میں ضبط تحمل کی ضرورت ہے جو مشکل ہے کیونکہ یہ تو آسان ہے کہ بالکل نہ بولے، اور یہ مشکل ہے کہ ناگواری میں مشکل سے بولے، خاص طور سے جب کہ دوسرا ٹیڑھا ہوتا چلا جائے۔

اور اپنے گھر والوں کا حال خود ہی ہر شخص جانتا ہے کہ نرمی سے اصلاح ہوگی یا سختی سے، محض سختی کرنے سے کچھ نہیں ہوتا۔

میں بھی جو لوگوں کے ساتھ ان کی اصلاح کے لیے سختی کرتا ہوں اب چھوڑ دوں گا کیونکہ کچھ نفع نہیں ہوتا۔

ایک صاحب نے فرمایا کہ (ایسی حالت میں گھر والوں کو) مطلق العنان (یعنی بالکل آزاد) چھوڑ دیا جائے؟ فرمایا نہیں، نصیحت کرتا رہے۔

(دعوات عبدیت ۱۹/۵۷، استاد شاگرد کے حقوق ص:۱۲۸)

زیادہ سختی کرنے اور مارنے کے نقصانات

آپ نے دیکھا ہوگا کہ جس شریر بچہ کو بار بار پیٹا جائے اٹھتے بیٹھتے لات جوتے کا معاملہ رکھا جائے، وہ بے حیا ہوجاتا ہے، پھر وہ کسی سے بھی نہیں ڈرتا۔

(کساء النساء التبلیغ ۷/۸۹)

اس سے قطع نظر ہم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ زیادہ مارنا تعلیم وتربیت کے لیے بھی مفید نہیں ہوتا بلکہ مضر ہوتا ہے۔

۱- ایک تو یہ کہ بچہ کے قویٰ (اعضاء) کمزور ہوجاتے ہیں۔

۲- دوسرے یہ کہ ڈر کے مارے سارا پڑھا لکھا بھول جاتا ہے۔

۳- تیسرے یہ کہ بچہ جب پٹتے پٹتے عادی ہوجاتا ہے تو بے حیا بن جاتا ہے، پھر پٹنے سے اس پر کچھ اثر نہیں ہوتا، اس وقت یہ مرض لاعلاج ہوجاتا ہے، اور ساری عمر کے لیے ایک بری عادت یعنی بے حیائی اس کی طبیعت میں داخل ہوجاتی ہے۔ (وعظ اوج قنوج التبلیغ ۵/۴۶)

سزا دینے کے غلط طریقے

۱- ایسی وحشیانہ سزا جس کی برداشت نہ ہوسکے، جیسے دھوپ میں کھڑا کرکے تیل چھوڑنا، ہنٹروں سے بے درد ہوکر مارنا، نہایت گناہ ہے، کسی آدمی یا جانور کو آگ سے جلانا جائز نہیں۔ (تعلیم الدین ص:۳۸)

۲- بعض لوگوں کا دستور ہے کہ لڑکوں سے دوسرے لڑکوں کے چپت لگواتے ہیں مگر میں اس سے منع کرتا ہوں یہ بہت غلط طریقہ ہے اس سے آپس میں عداوت (دشمنی) ہوجاتی ہے۔ (حسن العزیز ۳/۸۹)

ماں باپ کا ظلم اور زیادتی

غضب یہ ہے کہ بعض دفعہ چھوٹوں پر بھی بری طرح غصہ کیا جاتا ہے اور وہ بالکل بے بس ہوتے ہیں، ان کی طرف سے کچھ بھی بدلہ نہیں ہوسکتا۔

بچوں پر جو ظلم ماں باپ کی طرف سے ہوتا ہے وہ اسی طرح کا ہے بعضے ماں باپ ایسے قصائی ہوتے ہیں کہ بچہ کو اس طرح مارتے ہیں جیسے کوئی جانور کو مارتا ہے، بلکہ جیسے کوئی چھت کوٹتا ہے، اور اگر کوئی منع کرے تو کہتے ہیں کہ ہمیں اختیار ہے ہم اس کے باپ بھی ہیں۔

یاد رکھئے! باپ ہونے سے ملک رقبہ (یعنی اس کی جان کی ملکیت) حاصل نہیں

ہوتی، ورنہ یہ بھی ہوتا کہ باپ بیٹے کو بیچ لیا کرتا۔

باپ کا رتبہ حق تعالیٰ نے بڑا کیا ہے اس واسطے نہیں کہ چھوٹے اس کی ملک ہوں۔ اور اس سے چھوٹوں کو تکلیف پہنچے، بلکہ اس واسطے کہ چھوٹوں کی پرورش کرے، اور ان کو آرام دے، ہاں کبھی اس آرام دینے کی ضرورت سے سزا اور تنبیہ کرنے کی بھی ضرورت پیش آتی ہے اور اس کی اجازت ہے۔ (اوج قنوج التبلیغ ۴۵/۵)

سزا میں کتنی مار سکتے ہیں

تنبیہ کرنے اور سزا دینے کی ضرورت پڑتی ہے اس کی اجازت ہے اور **الضروری یتقدر بقدر الضرورۃ** (یعنی ضروری بقدر ضرورت ہی ضروری ہوتا ہے) کے قاعدے سے اتنی ہی تادیب (سزا) دینے کی اجازت ہوسکتی ہے، جو پرورش اور تربیت میں مفید ہو، نہ اتنی جو کہ درجہ ایلام (سخت تکلیف اور مصیبت) تک پہنچ جائے۔

اور ماں باپ سے ایسی زیادتی گناہ ہونے کے علاوہ انسانیت اور فطرت کے بھی خلاف ہے، ماں باپ کو تو حق تعالیٰ نے محض رحمت بنایا ہے ان سے ایسی زیادتی ہونا اس بات کی علامت ہے کہ یہ شخص انسانیت سے بھی خارج ہے۔

(اوج قنوج التبلیغ ۴۵/۵)

ضرب فاحش (سخت مار) سے فقہاء نے صراحتاً منع فرمایا ہے اور جس مار سے کھال پر نشان پڑ جائے اس کو بھی فقہاء نے ضرب فاحش میں داخل کیا ہے، اور جس مار سے ہڈی ٹوٹ جائے یا کھال پھٹ جائے وہ بدرجہ اولیٰ منع ہے۔

لیکن ضرب فاحش سے خود استاذ (باپ) کو تعزیر (یعنی سزا) دی جائے گی۔

(اصلاح انقلاب ۲۲۰/۲، ردالمحتار ۲۹۳/۳)

غصہ میں ہرگز نہیں مارنا چاہئے

غصہ کو جہاں تک ہوسکے روکو، غصہ کی حالت میں حواس درست نہیں رہتے اس وقت کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہئے۔ (تعلیم الدین ص:۴۱)

غصہ کے وقت طبیعت بھڑک اٹھتی ہے اور اس کی برائیاں اور نقصانات پیش نظر نہیں رہ جاتے، تجربہ کرکے دیکھا گیا ہے کہ غصہ کا روکنا ہمیشہ اچھا ہوا ہے اور جب غصہ کو جاری کیا گیا ہے تو ہمیشہ اس کا انجام برا ہوا ہے جب غصہ آئے تو ہرگز کسی قول فعل میں جلدی نہ کرے، حدیثوں میں بھی غصہ کے وقت فیصلہ کرنے کی ممانعت آئی ہے۔

غصہ میں بچوں کو ہرگز نہ مارا جائے بلکہ غصہ ٹھنڈا ہوجانے کے بعد سوچ سمجھ کر سزا دی جائے۔

میں بھی غصہ کے وقت کوئی فیصلہ نہیں کرتا، غصہ ختم ہوجانے کے بعد جب تک تین چار بار غور نہیں کرلیتا کہ واقعی یہ سزا کا مستحق بھی ہے اس وقت تک سزا نہیں دیتا۔

(انفاس عیسیٰ ص:۲۰۰، ۱۰۲، الملفوظات ص:۶)

سزا دینے میں ظلم زیادتی نہ ہونے پائے اس کی تدبیر

حضرت والا سے دریافت کیا گیا کہ نوکر پر زبان سے یا ہاتھ سے سزا دینے میں زیادتی ہوجاتی ہے اور بعد میں پچھتانا پڑتا ہے کوئی ایسی تدبیر ارشاد فرمائیں جس سے زیادتی نہ ہو، اور سیاست میں بھی فرق نہ آئے۔

۱- فرمایا بہتر تدبیر یہ ہے کہ زبان سے کچھ کہنے یا ہاتھ بڑھانے سے پہلے یہ سوچ لیا جائے کہ فلاں فلاں لفظ میں کہوں گا یا اتنا ماروں گا پھر اس کا التزام کیا جائے کہ جتنا سوچا ہے اس سے زیادہ نہ ہوجائے۔

۲- سب سے بہتر علاج یہ ہے کہ غصہ میں نہ مارا کریں، جب غصہ جاتا رہے تو سوچا کریں کہ کتنا قصور ہے۔ اتنی سزا دے دینی چاہئے، یہ تو سلامتی کی بات ہے ورنہ لڑکے قیامت میں بدلہ لیں گے، ناحق ستانے کا بڑا گناہ ہے۔

ایک عورت نے ایک بلی کو ستایا تھا جب وہ مرگئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ وہ عورت جہنم میں ہے، اور وہ بلی اس کو نوچتی ہے جب بلی کو ستانے سے وہ عورت دوزخ میں گئی تو لڑکے تو انسان ہیں۔ (دعوات عبدیت ۱۱۹/۱۹)

اگر بہت زیادہ غصہ آئے تو کیا کریں

اگر بہت زیادہ غصہ آئے تو اس کو چاہئے کہ اس کے سامنے سے خود ہٹ جائے، یا اسے ہٹا دے، اور ٹھنڈا پانی پی لے۔

اور اگر زیادہ غصہ ہو، تو یہ سوچ لے کہ اللہ تعالیٰ کے بھی ہمارے اوپر حقوق ہیں، اور ہم سے بھی غلطی ہوتی رہتی ہے جب وہ ہمیں معاف کرتے رہتے ہیں تو ہم کو بھی چاہئے کہ اس شخص کی غلطی سے درگذر کردیں، ورنہ اگر حق تعالیٰ بھی ہم سے انتقام لینے لگیں تو ہمارا کیا حال ہو۔ (ملفوظات جدید ملفوظات ص:۶)

سزا دینے میں ظلم وزیادتی ہوگئی تو اس کی تلافی کا طریقہ

اگر کوئی اپنی زیادتی (اور ظلم) کی تلافی کرنا چاہے تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ سزا دینے کے بعد بچوں کے ساتھ شفقت کرو، اور جس پر زیادتی کی ہے اس کے ساتھ احسان کرو، یہاں تک کہ وہ خوش ہوجائے، جیسے میرٹھ کے ایک رئیس نے ایک نوکر کے ایک طمانچہ ماردیا تھا، پھر اس کو اپنی غلطی کا احساس ہوا، تو اس کو ایک روپیہ دیا، پھر دوسرے نوکر سے کہا کہ اس سے پوچھنا اب کیا حال ہے، کہنے لگا کہ میں تو دعا کر رہا

ہوں کہ ایک طمانچہ روز لگ جایا کرے۔

بس تلافی کا یہ طریقہ بہت اچھا ہے اس سے بچوں کے اخلاق پر بھی بُرا اثر نہ ہوگا اور ظلم کا دفعیہ بھی ہوجائے گا۔ (التبلیغ خیر الارشاد ۸۶/۱۴)

نافرمان اولاد

ایک صاحب نے عرض کیا کہ فلاں صاحب آنا چاہتے تھے، مگر ان کا لڑکا کچھ رقم لے بھاگ گیا ہے۔ اس پریشانی کی وجہ سے نہیں آسکے۔

فرمایا اگر بالغ ہوگیا ہو تو نکال باہر کریں کس جھگڑے میں پڑے ہیں، نالائق اولاد کی مثال ایسی ہے جیسے زائد انگلی نکل آتی ہے کہ اگر رکھا جائے تو عیب ہے اور اگر کاٹا جائے تو تکلیف۔ (الاضافات ۲۱۵/۲)

اولاد کی پرورش اور علاج معالجہ کے سلسلہ میں پریشانی ہونے سے بھی ترقی ہوتی ہے

میں نے ایک صاحب کو دیکھا جو عالم اور ڈپٹی کلکٹر تھے، جب ان کی پینشن ہوگئی تو ان کا جی چاہتا تھا، کہ الگ بیٹھ کر اللہ اللہ کروں، خدا کی قدرت کہ ذکر و شغل شروع کرنے کے بعد ان کے دو بیٹے ایک دم سے پاگل ہوگئے تو وہ سخت پریشان ہوگئے کیونکہ اب ان کے علاج و معالجہ میں مشغول ہونا پڑا، وہ خلوت ویکسوئی فوت ہوگئی، اور بعض دفعہ اللہ اللہ کرنا بھی نصیب نہ ہوتا تھا، لیکن عارف کے لیے کوئی پریشانی نہیں کیونکہ عارف اپنے لیے کوئی حالت تجویز نہیں کرتا، جب تک حق تعالیٰ خلوت میں رکھیں، خلوت میں رہتا ہے اور جب وہ خلوت سے نکالنا چاہیں نکل جاتا ہے اور اسی میں راضی رہتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اصل مقصود حق تعالیٰ کی رضامندی ہے اور وہ جس طرح خلوت میں ہوتی ہے بعض دفعہ مخلوق کی خدمت میں ہوتی ہے تو کیا ان کو مجنون (پاگل اولاد) کی خدمت سے ثواب نہ ملتا ہوگا، ضرور ملتا ہوگا، اس صورت میں یہ فکر ہی ترقی کا ذریعہ ہے اس وقت بے فکری اور خلوت مفید نہیں بلکہ خلوت میں اللہ اللہ کرنے سے جو ثواب ملتا ہے مجنون (یعنی بیمار یا پاگل اولاد) کی خدمت میں اس سے زیادہ ملتا ہے پھر پریشانی کس لیے؟ (سبیل النجاح ص:۶۱۳، ملحقہ دین ودنیا)

پریشانی کی وجہ اور اس کا حل

یاد رکھئے! پریشانی کا مدار ''تجویز'' ہے کہ انسان اپنے لیے یا اپنے متعلقین کے لیے ایک خیالی پلاؤ پکالیتا ہے کہ یہ لڑکا زندہ رہے، اور تعلیم یافتہ ہو اور اس کی اتنی تنخواہ ہو، پھر وہ ہماری خدمت کرے، اور یہ مال ہمارے پاس رہے، اس میں اس کی ترقی ہو، اور اتنا نفع ہو، ہم سب اس مرض میں مبتلا ہیں کہ دور دراز کی امیدیں پکانے لگتے ہیں، پھر جب تجویز اور امید کے خلاف ہوتا ہے تو پریشانی، رنج میں گرفتار ہوتے ہیں، اگر پہلے سے کوئی تجویز نہ ہو تو پریشانی کبھی پاس نہ پھٹکے، اسی لیے اہل اللہ سب سے زیادہ آرام و راحت میں ہوتے ہیں۔ ان کو کسی واقعہ سے پریشانی اور غم نہیں ہوتا کیونکہ وہاں تجویز کا نشان ہی نہیں بلکہ تفویض کلی ہے، (یعنی اللہ کے ہر فیصلہ پر راضی ہوتے ہیں)۔ (علاج الحرص التبلیغ ۱۸/۳)

اگر کسی طرح اولاد کی اصلاح نہ ہو اور اس نے عاجز کر رکھا ہو

بچہ کی تعلیم و تربیت کرنا چاہئے (لیکن) یہ ایسی چیز ہے کہ کسی کے قبضہ واختیار میں نہیں، بعض دفعہ لاکھ کوشش کرو، مگر اولاد نالائق ہی ہوتی ہے۔ (سبیل النجاح ص:۶۱۹)

فرمایا ایک صاحب نے تحریر کیا ہے کہ میرا لڑکا آوارہ ہوگیا ہے مجھ کو اس سے بہت پریشانی ہے کیا تدبیر کروں؟

میں نے جواب میں لکھ دیا ہے کہ تدبیر تو کرو مگر اس پر ترتب ثمرہ (یعنی نتیجہ مرتب ہونے) کا انتظار نہ کرو، پریشانی ختم ہونے کی تدبیر اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ تدبیر تو کرتا رہے مگر ثمرہ مرتب ہونے کی (یعنی یہ کی اس کی مکمل اصلاح ہو جائے اور جیسا میں چاہتا ہوں ویسا ہو جائے اس بات) کی فکر چھوڑ دے۔

یہ جواب نصوص (یعنی قرآن وحدیث) کے موافق ہے کوئی آزاد مشرب ہوتا تو یہ جواب لکھتا کہ تدبیر ہی چھوڑ دو، مگر ایسا کرنا حق شفقت کے خلاف ہے۔ باقی ثمرہ کی فکر سو بات یہ ہے کہ اگر محبوب سے (یعنی اللہ سے) دل لگ جائے تو ایسی سب فکریں آپ سے آپ چھوٹ جائیں۔

(لیکن طبعی طور پر اولاد کے بگڑنے کا رنج ضرور ہوتا ہے تو اس رنج پر بھی اجر وثواب ملتا ہے)۔ (کلمۃ الحق ص:۱۸۲)

بچے اگر ناجائز کام کے لیے ضد کریں

اگر سچ مچ بچے ضد ہی کرتے ہوں تب بھی یہ عذر قابل قبول نہیں دیکھو اگر تمہارا بچہ باغیوں میں شامل ہو کر گولا چھوڑنے لگے، تو تم اس کو روکو گے یا نہیں؟ ضرور روکو گے، اگر نہ مانے گا تو زبردستی روکو گے۔ اسی طرح یہاں کیوں نہیں روکا جاتا۔

اگر تم خود مصیبت کو برا سمجھتے ہو تو بچوں کو اس کی عادت کیوں ڈالتے ہو۔

بھلا بچے اگر ضد کر کے سانپ مانگنے لگیں تو کیا دے دو گے؟ پھر جس کو خدا اور رسول نے مضر (گناہ) فرمایا ہے کیا وجہ ہے کہ اس کی عادت ڈالی جاتی ہے، معلوم ہوا کہ خدا رسول کے فرمان کی عظمت نہیں۔

بچوں کو آتشبازی کے لیے پیسے دینا شرعاً حرام ہے، تم دینے والے کون ہوتے

ہو، یہ مال تمہارا کہاں ہے سب خدا ہی کی ملک ہے، تم محض خزانچی ہو ہمیں یہ اجازت نہیں کہ اس کو جیسے چاہیں خرچ کریں خدا کا مال ہے اس کے متعلق قیامت میں سوال ہوگا کہ تم نے کہاں خرچ کیا۔ (پس بچوں کو آتشبازی اور ناجائز کام کے لیے پیسے) ہرگز مت دو، اور ضد کرنے پر مارو۔ (ناجائز) کھیل تماشہ کے پاس بھی ان کو مت کھڑا ہونے دو۔ (شب مبارک التبلیغ ص:۴۹)

ایک بچہ والدین سے ضد کرنے لگا کہ میں تو فلاں چیز لوں گا والدین نے اس کا انتظام کردیا، پھر ضد کرنے لگا کہ میں وہ چیز کھاؤں گا وہ بھی لا کر رکھ دی.......... جب ساری ضدیں پوری ہوگئیں تو کہنے لگا یہ چاند کیوں نکل رہا ہے، اس کو چھپاؤ، والدین یہاں عاجز ہوگئے، اور دو چار طمانچہ مار کر اسے خاموش کیا۔

(التبلیغ ۴۹/۸، وعظ شب مبارک)

ایک عبرت ناک واقعہ

صاحبو! برزگوں نے بچوں کو ایسی ایسی عادت ڈالی ہے کہ جس سے ان کو دولتیں مل گئیں، اور تم ایسی عادتیں ڈالتے ہو جس سے دنیا اور دین دونوں تباہ ہوں۔

ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ ان کا ایک لڑکا تھا بالکل کمسن (نوعمر) انہوں نے بیوی سے شروع ہی سے کہہ رکھا تھا، اگر یہ کوئی چیز مانگے تو اپنے ہاتھ سے مت دو، بلکہ اس کی ضرورت کی چیزیں ایک جگہ اس سے پوشیدہ (چھپا کر) رکھ دو، جب یہ کوئی چیز مانگے تو اس سے کہہ دو کہ وہاں جا کر اللہ میاں سے مانگو، اور ہاتھ ڈال کر لے لو، تا کہ اس کا یہ اعتقاد ہو جائے کہ اللہ میاں ہی نے دی ہے۔

ایک روز اتفاقاً اس کے لیے کھانا رکھنا بھول گئی، اس روز بھی بچہ نے حسب معمول اللہ میاں سے کھانا مانگا، اور ہاتھ ڈالا تو کھانا غیب سے پیدا ہوگیا۔

ان بزرگ کو خبر ہوئی کہنے لگے الحمدللہ میں اسی کا منتظر تھا، اس کے بعد عمر بھر اس

بچے کی یہی حالت رہی کہ جب اس کو ضرورت ہوتی خدا تعالیٰ سے مانگتا اور وہ چیز مل جاتی، ان بزرگ نے بچپن ہی میں اس کو صاحب کمال (بزرگ) بنادیا۔ خیر ہم ایسے نہ ہوں تو بچوں کو معاصی (گناہوں اور گندے کاموں) میں تو مبتلا نہ کریں۔ غرض اس بارہ میں نہایت اہتمام کی ضرورت ہے۔ (شب مبارک التبلیغ ۵۰/۸)

اولاد کی زیادہ محبت عذاب ہے

اولاد کا وبال جان ہونا آپ کو اس حکایت سے معلوم ہوجائے گا کہ میں نے ایک والی ملک کی بیٹی کو دیکھا ہے کہ ان کو اپنے بیٹوں سے اس قدر محبت تھی کہ وہ رات کو سب کو ساتھ لے کر لیٹتی تھی، علیحدہ کر کے ان کو چین ہی نہ آتا تھا، پھر جب بچے زیادہ ہوگئے اور ایک پلنگ پر نہ آسکے، تو انہوں نے پلنگ پر سونا چھوڑ دیا۔ سب کو لے کر نیچے زمین میں فرش پر سویا کرتی تھیں، اور اس پر بھی اعتبار نہ آیا، بلکہ کسی پر ہاتھ رکھ لیتیں، اور کسی پر پیر اور رات کو بار بار آنکھ کھلتی اور بچہ کو ٹٹول کر دیکھ لیا کرتیں۔ واقعی یہ محبت تو عذاب ہی ہے۔ (اسباب العقلۃ ملحقہ دین و دنیا ص:۵۱۱)

میں نے ایک بڑی بی کو دیکھا جو اپنے بچوں کو بہت چاہتی تھیں رات کو سب بچوں کو اپنے ہی پلنگ پر لے کر سوتی تھیں، جب اولاد زیادہ ہوئی تو پلنگ کے بجائے فرش پر سب کو لے کر سوتی تھیں، اور رات کو یہ حالت تھی کہ بار بار اٹھ کر سب کو ہاتھ سے ٹٹولتی تھیں کہ سب زندہ بھی ہیں یا نہیں۔ اور اگر ذرا بھی کسی کو تکلیف ہوگئی تو بس ساری رات نیند اڑ گئی، تو بھلا اس صورت میں یہ اولاد عذاب کا ذریعہ نہیں تو کیا ہے۔ خدا کی قسم راحت میں وہ ہے جس کے دل میں صرف ایک کی محبت ہو، وہ ایک کون، خدا تعالیٰ!

(سبیل النجاح ص:۶۱۹)

مردوں کی ذمہ داری

ہماری بدحالی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہم نے عورتوں کو اپنے گھر کا حاکم بنادیا ہے اگرچہ یہ چھوٹی سی حکومت ہے مگر اس کا نتیجہ بھی خراب ہی ہے۔ مثلاً بیاہ، شادی کی ساری رسمیں عورتوں ہی کی خواہش سے پوری کی جاتی ہیں جس کا انجام ظاہر ہے کہ کیا ہوتا ہے کس قدر خاندان شادی کی رسموں میں تباہ ہوگئے، اور یہ سارا فساد عورتوں کے حاکم بنانے کا ہے، عورتوں کی دلجوئی کرنا ضروری ہے مگر ان کے تابع بننا برا ہے۔

اس وقت سارا مال و اولاد عورتوں کے قبضہ میں ہم نے کردیا ہے، پھر دیکھ لیجئے کہ روپیہ کس طرح بے موقع صرف ہوتا ہے اور بچوں کی صحت خراب اخلاق تباہ ہورہے ہیں عورتیں بچوں کو جو چاہیں کھلاتی پلاتی ہیں، جس سے ان کی زندگی بیماری میں کٹتی ہے، محبت و پیار حد سے زیادہ کرتی ہیں، جس سے لڑکے شوخ ہوجاتے ہیں، اس لیے اپنے مال اولاد کو اپنے قبضہ میں رکھنا چاہئے، عورتوں کو حاکم بنادینا سخت تنزلی کا باعث ہے جس کو جناب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے سے فرما گئے کہ وہ قوم کبھی کامیاب نہ ہوگی جس کی حاکم عورت ہو۔ (شعب الایمان ص:۲۷۶، نظام شریعت)

بچوں کی شوخ مزاجی اور ایک حکایت

بچوں کی شوخی اعتدال (اور تہذیب) کے خلاف نہیں کیوں کہ بچپن کا مقتضا یہی ہے کہ بچہ بچوں کی طرح شوخ ہو، باوا، دادا کی طرح متین (اور سنجیدہ) نہ ہو۔

حضرت مرزا مظہر جانجاناں رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرید سے فرمایا کہ تم اپنے بچوں کو ہمارے پاس نہیں لاتے وہ بیچارہ کچھ بہانے کردیتا، کیونکہ اسے اندیشہ تھا کہ مرزا صاحب بہت نازک مزاج ہیں، اور بچے شوخ مزاج ہوتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ ان کی کسی حرکت سے آپ کو تکلیف پہنچے، جب آپ نے کئی بار تقاضا کیا تو تین چار دن

ٹال کر وہ اپنے بچوں کو لائے، اور اس مدت میں ان کو خوب تعلیم دی کہ اس طرح سر جھکا کر بیٹھنا، یوں ادب کرنا مجلس میں ادھر ادھر نہ دیکھنا، بچوں نے اسی طرح کیا کہ سلام کرکے بت کی طرح خاموش بیٹھ گئے۔ نہ نگاہ اوپر اٹھائی نہ کوئی بات کی، اب مرزا صاحب ان کو کھولنا چاہتے ہیں تو کھلتے نہیں، مرزا صاحب نے مرید سے فرمایا کہ میاں تم آج بھی اپنے بچوں کو نہ لائے۔

اس نے عرض کیا حضرت یہ حاضر تو ہیں، فرمایا یہ بچے ہیں؟ یہ تو تمہارے بھی ابّا ہیں، بچے تو کھیلتے ہیں کودتے ہیں، شوخیاں کرتے ہیں، کوئی ہماری ٹوپی اتارتا، کوئی کمر پر سوار ہوتا، بچے تو ایسے ہوتے ہیں، اور یہ تمہارے ابا بن کر بیٹھ گئے۔

(تقلیل الاختلاط ص:۳۵۰، برکات رمضان)